بچے کی زبان اور استاد

ایک دستور العمل

کرشن کمار

بچے کی شخصیت اور اس کی اہلیتوں کو فروغ دینے میں زبان ایک بے حد اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بعض بنیادی کاموں جیسے بات کرنا، پڑھنا اور لکھنا، جو کوئی بھی زبان بچوں کی زندگی میں کرتی ہے، کی تحقیق کے ساتھ ہی یہ چھوٹی کتاب متعدد سرگرمیوں اور کھیلوں کی تجویز بھی پیش کرتی ہے جو بچوں کی وقوفی مہارتوں کو تیز کرتی ہے۔ یہ کتاب نرسری اور ابتدائی اسکول کے بچوں کے استادوں، نصاب تیار کرنے والوں نیز دوسرے لوگوں کے لیے جو بچوں کے ساتھ کام کرتے ہیں، بے حد کارآمد ہوگی۔

کرشن کمار (پیدائش 1951) دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ تعلیم میں پروفیسر ہیں۔ وہ مرکزی ادارہ برائے تعلیم کے صدر اور یشپال کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ ان کی ہندی اور انگریزی کی دوسری کتابیں ہیں: 'راج، سماج اور شکشا'، 'وچار کا ڈر'، 'وہاٹ از ورتھ ٹیچنگ'، 'لرننگ فرام کانفلکٹ'، 'سوشل کیرکٹر آف لرننگ' اور 'پولیٹیکل ایجنڈا آف ایجوکیشن'۔ بچوں کے لیے ان کی تصانیف میں 'آج نہیں پڑھوں گا' اور ایک ناول ''پرنسز پرامیلا'' شامل ہیں۔

₹ 60.00
ISBN 812375024-2
9788123750248
13141057

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

بچے کی زبان اور استاد
ایک دستور العمل

سلسلہ تخلیقی تعلیم

بچے کی زبان اور استاد
ایک دستورالعمل

مصنف

کرشن کمار

مترجم

فاخر شہیر عباسی

مصور

مینو سرین

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

فہرست

1. زبان سے ہم کیا سمجھتے ہیں	1
2. بات کرنا	15
3. پڑھنا	37
4. لکھنا	61
5. نصابی کتابیں، جگہیں اور امتحانات	77

ISBN 978-81-237-5024-8

پہلا اُردو ایڈیشن: 2007 (ساکا 1929)

دوسری طباعت: 2014 (ساکا 1935)

Bachche Ki Zabaan aur Ustaad : Ek Dastoorul Amal (*Urdu*)

Child's Language and Teacher (English)

قیمت: 60.00

ناشر: ڈائریکٹر، نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

5، نہرو بھون، انسٹی ٹیوشنل ایریا، II،

وسنت کنج، نئی دہلی۔110070

Website: www.nbtindia.gov.in

نئی اشاعت کی تمہید

1986 میں یونیسیف (UNICEF) کی سرپرستی میں اس کی پہلی اشاعت سے لے کر اب تک اس چھوٹی سی کتاب نے ملک بھر میں لاتعداد مداحوں اور استعمال کرنے والوں کو متوجہ کیا ہے۔ اس کے مصنف کی حیثیت سے اس کتاب سے وابستہ لوگوں کے توقعات سے میں نے ہمیشہ حیرت اور خوف دونوں محسوس کیا۔ بظاہر، یہ کتاب ایک ایسے خلا کو پُر کرتی ہے، جو میری اس وقت کی سوچ سے کہیں بڑا ہے جب میں نے اسے لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ رضا کار ادارے ہمیشہ اس کے تئیں پُر جوش رہے ہیں۔ لیکن اب یہاں تک کہ ریاستی حکومتیں بھی اس کی نشر و اشاعت میں گہری دلچسپی لے رہی ہیں۔ اس کے نظر ثانی شدہ ہندی ایڈیشن کو بھی جسے کچھ دنوں قبل نیشنل بک ٹرسٹ نے شائع کیا ہے، والدین کی توجہ حاصل ہوئی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ نئی انگریزی اشاعت، ابتدائی اسکولوں کے نئے اقدامات سے پیدا ہونے والے مطالبات کو اطمینان بخش طور سے پورا کرے گی۔

نیشنل بک ٹرسٹ کے ذریعے کتاب کی نظر ثانی شدہ اشاعت کی اجازت

دینے کے لیے میں یونیسیف کا شکر گذار ہوں۔ میں اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں کی مخلص استاد، فرانسس کمار کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کرنے اور ''پڑھنا' باب میں شامل انگریزی نظموں کو تلاش کرنے میں میری مدد کی۔

کرشن کمار

مرکزی ادارہ برائے تعلیم
دہلی یونیورسٹی
15 ستمبر 1998

پہلی اشاعت کی تمہید

اس کتاب میں دی گئی سرگرمیاں 1985 کی گرمیوں میں ٹیکم گڑھ، مدھیہ پردیش کے مرکز برائے ادب اطفال میں آزمائی گئیں۔ سب سے زیادہ میں ان بچوں کا احسان مند ہوں جو روز صبح ساڑھے چھ بجے مرکز میں آکر ان سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے اور جنھوں نے زبان کی تعلیم کے عملی پہلوؤں اور تناظر کو سمجھنے میں میری مدد کی۔ اس کتاب کا انتساب میں انھیں بچوں کے نام کرتا ہوں۔ میں مرکز برائے ادب اطفال کے گربچن سنگھ اور پھول چند جین کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے ان سرگرمیوں کو منظم کرنے میں میری مدد کی۔

میں اس صدی کے لسانی ماہرین کا کس قدر احسان مند ہوں یہ تو ظاہر ہی ہے۔ حالانکہ میں نے اس کتاب میں براہ راست حوالوں کا استعمال اس لیے نہیں کیا تاکہ یہ کتاب تقلیدی نہ لگے اور لوگ اسے استعمال میں لانے سے گریز کریں۔ پھر بھی میں نے جون ہٹ، سلویا ایشٹن وارنر اور جیمس برٹین کی تمام چیزوں سے استفادہ کیا ہے۔ فرینک اسمتھ، پیاجے، وایوگوتسکی، چوکوسکی، گیجو بھائی اور ربندر ناتھ ٹیگور کو پڑھ کر جو باتیں میں نے سیکھی ہیں، ان کا استعمال بھی میں نے آزادی کے ساتھ کیا ہے۔ گیجو بھائی اور ٹیگور نے یہ یقین بنائے رکھنے کے لیے میری حوصلہ افزائی کی کہ ہندستان کی صورتحال میں بھی بچوں پر مرکوز تعلیم ممکن ہے۔

اس یقین کو پھیلانے کے لیے ہی میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اسے لکھنے کا موقع دینے کے لیے میں یونیسیف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ کتاب نرسری اور ابتدائی اسکولوں کے بچوں کے استادوں، ان استادوں کو تربیت دینے والوں، منتظمین اور نصاب تیار کرنے والوں کے لیے ہے۔ شاید یہ کچھ والدین کے ہاتھوں تک بھی پہنچے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب ہمارے نظام کو نرم بنانے میں ایک چھوٹا سا تعاون ثابت ہوگی اور اس طرح بچے ایک دن ابتدائی اسکول کو ایک ایسی اچھی، پر لطف جگہ کی شکل میں دیکھ سکیں گے جہاں انھیں رہنے کی خواہش ہوگی۔

کرشن کمار

1

زبان سے ہم کیا سمجھتے ہیں؟

ہم میں سے اکثر لوگ زبان کو ذرائع ابلاغ کی حیثیت سے پیش کرنے کے اتنے زیادہ عادی ہو چکے ہیں کہ ہم سوچنے، محسوس کرنے اور چیزوں سے جڑنے کے ذریعے کے طور پر زبان کی سودمندی کو اکثر بھول جاتے ہیں۔ زبان کے استعمال کا یہ وسیع دائرہ ان لوگوں کے لیے بے حد اہم ہے جو چھوٹے بچوں کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ بچپن میں بچے کی شخصیت اور اس کی صلاحیتوں کی نشو ونما میں زبان ایک تشکیلی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ایک پراسرار، مگر مضبوط طاقت کی طرح دنیا کے تئیں بچے کی سمجھ، اس کی دلچسپیوں، صلاحیتوں، یہاں تک کہ اقدار اور رویوں کو بھی ایک شکل دینے کا کام کرتی ہے۔ اس کتاب، خاص طور سے اس باب میں اس کی وضاحت کی جائے گی۔

لیکن سب سے پہلے ہمیں ایک بات صاف کر لینی چاہیے جو اکثر بہت اختلاف پیدا کرتی ہے۔ اسکول کے اساتذہ، 'ہندی' اور 'انگریزی' یا کسی دوسری زبان کو اسکول کے ایک موضوع کی طرح سمجھنے کے عادی ہیں۔ اس لیے وہ سوچیں گے کہ یہ کتاب کسی خاص زبان کی پڑھائی کے بارے میں ہوگی۔ دوسری طرف ماہرین ہیں جو بچے کی 'پہلی زبان' اور 'دوسری زبان' وغیرہ میں گہرا امتیاز برتنے کے عادی ہیں۔ اساتذہ اور ماہرین دونوں یہ توقع کرتے ہیں کہ زبان کی تعلیم سے متعلق کسی کتاب کی ابتدا ایک

خاص زبان کے اصولوں، اس کی عام ساختیات اور فرہنگ وغیرہ کی وضاحت سے ہونی چاہیے۔

اس کتاب میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کسی خاص زبان کی تعلیم کے لیے رہنما کتاب قطعی نہیں ہے۔ یہ کتاب ان ضرورتوں کے بارے میں ہے، جنھیں کوئی بھی زبان بچوں کی زندگی میں پورا کرتی ہے۔ دنیا کا ہر بچہ — خواہ اس کی مادری زبان کوئی بھی ہو — زبان کا استعمال بعض مقاصد کے حصول کے لیے کرتا ہے۔ ایک بڑا مقصد ہے دنیا کو سمجھنا، اور اس مقصد کے حصول میں زبان ایک انوکھے اوزار کا کام دیتی ہے۔ جب تک ہم بچے کی نگاہ سے دیکھنے اور بچے کی زندگی میں زبان کے کردار کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے ہیں۔ تب تک ہم استاد، نگراں، یا والدین کی شکل میں اپنا کردار ٹھیک طرح سے طے نہیں کر سکتے۔

زبان اور کرنا

بچے جو زبان استعمال کرتے ہیں اس کا بہت قریبی تعلق ان چیزوں سے ہوتا ہے، جنھیں وہ اپنے ہاتھوں اور جسم سے کرتے ہیں اور ان چیزوں سے بھی جن سے ان کا رابطہ ہوتا ہے۔ بچپن میں الفاظ اور حرکت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ حرکتوں اور تجربوں کے اظہار کے لیے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے، اور کسی تجربے کے پورا ہو چکنے کے بعد الفاظ کے ذریعے ہی اس تک رسائی ہوتی ہے۔ بچے جن چیزوں کے رابطے میں آتے ہیں ان سے اور گہرا تعلق بنانے کے لیے وہ الفاظ کی مدد لیتے ہیں۔ دوسری طرف، ایسے الفاظ جو بچوں کی حرکتوں اور چیزوں سے جڑے نہیں ہوتے۔ ان کے لیے کھوکھلے اور بے جان رہتے ہیں۔ 'بلی'، 'دوڑنا'، 'گرنا'، 'نیلا'، 'ندی' اور 'کھردرا' جیسے الفاظ اگر پہلے کسی حرکت یا تجربے کے سیاق میں نہیں آئے ہیں تو ان کا مطلب بچے کے لیے بہت سطحی رہے گا۔ محض ایسے متحرک تجربے کے بعد ہی یہ الفاظ ایک شکل سے جڑتے ہیں اور مستقبل میں پُرمعنی استعمال کے لیے دستیاب ہوتے ہیں۔

بچے کے جسمانی تجربوں اور الفاظ کے درمیان کا یہ تعلق بڑوں، خاص طور سے استادوں پر ایک انوکھی ذمے داری ڈالتا ہے۔ ایک استاد کی حیثیت سے آپ شاید یہ توقع کرتے ہوں گے کہ والدین نے اپنے بچوں کو طرح طرح کے تجربے پہلے ہی کرا دیے ہوں گے، جواب آپ کی نگہداشت میں ہیں۔ لیکن یہ بات زیادہ تر والدین پر صادق آنا مشکل ہے۔ زیادہ تر والدین میں یا تو اتنا اعتماد نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن کے شروعاتی دور میں بہت ساری چیزوں سے رابطہ کرنے کی اجازت دیں یا پھر ان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ چیزوں کو دیکھنے اور کرنے کی بچوں کی دھیمی رفتار کو اپنی روزمرہ زندگی میں جگہ دے سکیں۔ بڑے اکثر پریشان ہو جاتے ہیں اگر بچہ نل میں پانی کی دھارا سے آدھے گھنٹے تک کھیلتا رہے یا وہ سارے برتنوں کو فرش پر پھیلا دے یا اگر وہ چھاتے کو سیکڑوں بار کھولنا اور بند کرنا چاہے۔ کبھی کبھی چیزوں کو یا پھر بچے کو نقصان یا چوٹ سے بچانے کی خاطر بڑے اکّا دکّا تجربوں کو چھوڑ کر باقی پر پابندی لگا دیتے ہیں۔

والدین نے جو کچھ بھی کیا ہو یا نہ کیا ہو، استاد کی ذمے داری بالکل واضح ہے۔ اسے ایک ایسا ماحول پیدا کرنا ہے، جس میں بچے زبان کو لگاتار زندگی کے تجربوں اور چیزوں سے جوڑ سکیں۔ ایسا کرنے کے لیے یہ باتیں مددگار ہوں گی:

- بچے اسکول میں کئی طرح کی چیزیں (جیسے پتیاں، پتھر، پنکھ، تنکے، ٹوٹی پھوٹی چیزیں لائیں اور ان کے بارے میں بات کریں، پڑھیں اور لکھیں۔
- بچوں سے ان تجربوں کے بارے میں بات کرنے، لکھنے اور پڑھنے کو کہا جائے جو انھیں اسکول کے باہر پیش آتے ہیں۔
- بچوں کو کلاس روم سے باہر لے جایا جائے جس سے وہ اسکول کے گرد پھیلی دنیا کی چھوٹی موٹی چیزیں (جیسے ٹوٹا ہوا پل، کیچڑ سے بھرا گڈھا، مرا ہوا کیڑا، گھونسلے میں انڈے) باریکی سے دیکھ سکیں اور ان کے بارے میں بات کر سکیں۔ اسکول کے پڑوس کے ایسے تعلیمی دورے زبان سیکھنے کے لیے گرانقدر وسائل فراہم کر سکتے ہیں جیسا کہ یہ کتاب بتائے گی۔

ایسے اسکول میں جہاں بچے اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کے کام نہیں کر پاتے، جہاں وہ زیادہ تر بیٹھے اور استاد کی باتیں سنتے رہتے ہیں، اور جہاں چھونے، الٹنے پلٹنے، توڑنے اور دوبارہ ٹھیک کرنے کے لیے چیزیں نہیں ہوتیں، زبان کی استعداد کا فروغ اچھی طرح نہیں ہوسکتا۔

زبان سے وہ کیا کیا کرتے ہیں؟

جن لوگوں نے بچوں کی زبان کا مطالعہ کیا ہے وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ بچے بات چیت کی بنیادی صلاحیتیں حاصل کرتے ہیں۔ زبان کا استعمال مختلف قسم کے مقاصد کے لیے کرنا شروع کردیتے ہیں۔ ان میں سے بعض مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

1. اپنے کاموں پر نگاہ رکھنا

بچے کچھ کرنے کے ساتھ ساتھ اکثر اس کے بارے میں بات کرتے جاتے ہیں۔ یہ بات اپنے کام پر ایک طرح کا ذاتی تبصرہ ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تبصرہ انھیں اپنی سرگرمی

> تین سے آٹھ سال کے بچے کو اس وقت غور سے دیکھیے جب وہ کچھ کر رہا ہو، یا کھیل رہا ہو۔ وہ جو کہے، اسے دھیان سے سنیے اسی طرح کئی اور بچوں کو دیکھیے جن میں لڑکے لڑکیاں دونوں شامل ہوں اور الگ الگ عمر کے ہوں۔
>
> کیا آپ نے ان کی تنہا، 'گفتگو' میں کوئی انفرادی فرق پایا؟ کیا یہ 'گفتگو' بچوں کو ایک کام میں دلچسپی کے ساتھ لگے رہنے میں مدد دیتی ہے؟ کیوں؟

کچھ اور دیر تک جاری رکھنے میں مدد دیتا ہے اور ان کی دلچسپی بنائے رکھتا ہے۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ یہ تبصرہ کوئی سن بھی رہا ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر، گیلی ریت سے سرنگ یا قلعہ بناتے ہوئے چھوٹے بچوں کے ایک گروہ میں ہر بچہ ایک الگ تبصرہ جاری رکھ سکتا ہے اور اکثر یہ صرف کچھ بڑبڑاہٹ کی طرح سنائی دیتا ہے۔

2. دوسروں کے کاموں پر نگاہ رکھنا

زبان کے اس استعمال سے والدین اور استاد کی حیثیت سے ہم اچھی طرح واقف ہیں کیونکہ ہمارا بہت سا وقت بچوں کے مطالبات پورا کرنے میں لگتا ہے۔ اکثر ہم جسمانی نوعیت کے مطالبات کے تئیں باخبر رہتے ہیں، لیکن دوسرے قسم کے مطالبات بھی اہم ہیں۔ یہ دوسرے قسم کے مطالبات ذہنی یا جذباتی نوعیت کے ہوسکتے ہیں۔ بچے عجیب یا پُرکشش چیزوں کی طرف توجہ دلانے کے لیے زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ انھیں یہ توقع رہتی ہے کہ جس چیز نے ان کی توجہ حاصل کی ہے وہ ان کی بات سننے والے کے لیے بھی دلچسپ ہوگی۔

اگر آپ بچوں کے ایک گروہ کو غور سے دیکھیں تو آپ اکثر پائیں گے کہ وہ ایک دوسرے کی توجہ کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ کرکے یا کسی چیز کی ایسی خاصیت کا ذکر کرکے دلاتے ہیں، جسے وہ سوچتے ہیں، دوسرا نہیں دیکھ پایا ہوگا۔ دوسروں سے توقع ظاہر کرنا ہی زبان کے اس استعمال کی خاصیت ہے۔ توقع یہ کہ 'جو میں نے دیکھا وہ دوسرے بھی دیکھنا چاہیں گے۔' یہ توقع انسانی تعلقات اور ساتھ ساتھ رہنے کی خوشی کو لے کر ایک گہرے مفروضے پر قائم ہے۔ اگر وہ شخص، جس کی توجہ حاصل کی جارہی تھی اس توقع کو پورا نہیں کرتا ہے تو زبان کے فروغ کی بنیاد کو ٹھیس لگتی ہے۔

3. کھیلنا

اکثر بچوں کے لیے ڈھائی سال کی عمر سے الفاظ کھیل اور تفریح کا ایک اہم وسیلہ بن جاتے ہیں۔ وہ الفاظ کو الگ الگ آوازوں میں دہرا کر، انھیں بگاڑ کر، عجیب شکلوں میں جوڑ کر اس سے کھیلتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غیر مناسب صورتحال میں الفاظ کا استعمال انھیں اچھا لگتا ہے۔ انھیں ایسی نظمیں آسانی سے یاد ہوجاتی ہیں جن میں اسی طرح الفاظ کو بگاڑا گیا ہو۔ مختصراً، چھوٹے بچے الفاظ کو کھلونوں کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ لفظوں سے کھیلنا بچوں کی تخلیقی قوت اور توانائی کو باہر لانے میں غیر معمولی کردار ادا کرتا ہے۔

گھر کے اندر یا گلی میں، اکیلے یا گروہ میں کھیلتے، رسی کودتے، دوڑتے، اچھلتے، گیند اچھالتے ہوئے بچے جو گیت گاتے ہیں انھیں سنیں۔ اگر آپ نے باریک بینی سے کام کیا تو ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے علاقے میں جدید میڈیا اور زبان کی جامد تعلیم کے حملے سے بچ رہنے والے، بچوں کے روایتی کھیل گیتوں کا ایک مجموعہ تیار کرسکیں۔

آپ کو جو کھیل گیت دستیاب ہوں انھیں ترتیب سے لکھ لیجیے۔ ایک ہی گیت کی مختلف شکلوں کو تلاش کرکے انھیں درج کرلیجیے۔ آپ کو جہاں کہیں قواعد کی غلطی اور بگڑے ہوئے الفاظ نظر آئیں، انھیں قطعی درست نہ کیجیے۔

بچوں کے کھیل گیت زبان کے بے حد تخلیقی اور طاقتور استعمال کے انوکھے وسائل ہیں اور وہ زبان کی بعض بنیادی مہارتوں (جیسے پڑھنا) کی نشوونما کے بے حد کارآمد ذرائع ہیں۔ انھیں استعمال کرنے کے کچھ مشورے اگلے باب میں دیے گئے ہیں۔

بچوں کے کچھ روایتی کھیل گیتوں کے نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

اکڑ بکڑ بمبے بو　　　　پوشم پا بھئی پوشم پا
اَسّی نبے پورے سو　　　　سو روپے کی گھڑی چرائی
سو میں لاگا دھاگا　　　　اب تو جیل میں جانا ہے
چور نکل کے بھاگا　　　　جیل کا کھانا کھانا ہے
جیل کا پانی پینا ہے　　　　رسی میں جکڑ لو
چور کو پکڑ لو　　　　معافی مانگے چھوڑ دو

4. چیزوں کی وضاحت

بچوں کی بات کا مقصد کئی بار یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ کوئی چیز کیسے ہوئی۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایک بچے سے پوچھیں کہ بارش کیسے ہوئی تو شاید وہ آپ کو بتائے گا کہ پہلے آسمان بھورے بادلوں سے گھر گیا، پھر چھوٹی چھوٹی بوندیں گرنے لگیں، پھر موسلا دھار

بارش ہوئی جو بعد میں اتنی تیز ہوگئی کہ کوئی چیز دکھائی نہ دے۔ اس مثال میں سلسلے وار واقعات کو بیان کرتے ہوئے بچہ یہ سمجھاتا ہے کہ ایک بڑا واقعہ کیسے ہوا۔ زبان کے اسی استعمال سے کہانیاں بنتی ہیں، اور اس نظریے سے کہانیاں چیزوں کی وضاحت کرنے کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب کہانیاں چیزوں کی قابل اعتماد یا سائنسی وضاحت نہیں کرتیں۔ وہ زندگی کی وضاحت کرنے کی ہماری خواہش کی نمائندگی کرتی ہیں۔ جس طرح ہم بڑے، دنیا یا سیاست میں رونما ہونے والے واقعات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، اس طرح چھوٹے بچے بھی اپنی زندگی کے واقعات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

ایسی کہانیاں جمع کیجیے جو چیزوں کی وضاحت کرتی ہوں۔ اس قسم کی کئی کہانیاں آپ کو مقامی لوک کہانیوں میں مل جائیں گی۔ ایسی کہانیاں جن میں وضاحت کی گئی ہو کہ بارش کیوں ہوتی ہے، یا انسان نے آگ کیسے دریافت کی۔ ایسی ایک کہانی نیچے دی گئی ہے جو سمجھاتی ہے کہ ہاتھیوں نے اڑنے کی صلاحیت کیسے گنوادی۔ ان کہانیوں کو زبان کی تعلیم کے کام میں لانے کے کچھ طریقے 'بات کرنا' اور 'پڑھنا' ابواب میں دیکھیے۔

آسمان میں ہاتھی*

بہت پہلے ایک زمانے میں ہندستان میں رہنے والے ہاتھی اڑ سکتے تھے۔ آج کی طرح ان دنوں بھی، ہاتھی بہت بڑے ہوتے تھے۔ ان کا رنگ بادلوں کی طرح سرمئی تھا۔ بادل آخر ان کے بھائی ہی تو تھے اور ان بادلوں کی طرح ہاتھی بھی آسمان میں جہاں چاہے اڑ سکتے تھے۔ بس انھیں اپنے کان پھڑ پھڑانے کی دیر تھی۔ بادلوں ہی کی طرح وہ اپنی شکل بھی بدل سکتے تھے۔ وہ جو چاہتے بن جاتے تھے۔ کبھی ایک پردار سانپ تو کبھی دیوقامت بلّی۔ وہ کبھی ایک قلعے کی طرح دِکھتے تو کبھی پہاڑ کی طرح اور کبھی دوڑتے ہوئے ایک کتے کی طرح۔

* اس کہانی کی پیش کش فرانسس کمارنے کی ہے۔

گرمیوں کے موسم میں ایک دن موتی کی طرح چمکتے ہوئے کچھ سرمئی ہاتھی دھوپ میں اڑ رہے تھے۔ وہ ایک گاؤں کے اوپر سے گذرے جہاں چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے، ایک کھیت کے اوپر سے گذرے جہاں ایک کسان جتائی کر رہا تھا، ایک ندی پر سے گذرے، جہاں ایک لڑکا بھینسوں کو نہلا رہا تھا، اور پھر وہ باتونی بندروں سے بھرے ایک جنگل کے اوپر سے بھی گذرے۔ لیکن آسمان میں بہت اوپر بڑی گرم ہوا کی ایک لہر بہہ رہی تھی۔ ہاتھیوں کو دیکھ کر وہ ان کے پیچھے پڑ گئی اور سیدھے ان کی سونڈ میں گھس گئی۔ ہوا کیا تھی، کالی مرچ تھی۔

ہاتھی لگے چھینکنے۔ آ آ آ.... آ آ آ... ق ق ق چھیں! اور وہ اس گرم ہوا سے بچنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگے۔ ان کے ٹھیک نیچے انھوں نے آم کے بڑے بڑے پیڑ دیکھے۔ جن کے نیچے ٹھنڈک تھی، چھاؤں بھی تھی اور آموں کی میٹھی خوشبو بھی۔ گرم ہوا سے بچنے کے لیے ہاتھی آہستہ سے آم کے سب سے بڑے پیڑ کی شاخوں پر جا بیٹھے۔

اتفاق کی بات تھی کہ اسی پیڑ کے نیچے ایک ماسٹر جی اور ان کے شاگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اسکول کے اندر اس دن بہت زیادہ گرمی تھی۔ ماسٹر جی تھکے ہوئے تھے اور بچے بے چین تھے۔ انھوں نے اپنی پنسلیں توڑ دیں۔ سارے سوالوں کے غلط جواب دیے۔ وہ ہنستے، پھسپھساتے اور ننھے چوہوں کی طرح بل کھاتے تھے۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی آرام سے نہیں بیٹھ پا رہے تھے۔ ماسٹر جی پریشان ہو گئے۔ پیر زمین پر پٹک کر انھوں نے اپنی چھڑی ہوا میں گھمائی اور بچوں پر برس پڑے۔ پھر انھوں نے سوچا کہ – 'اگر یہ بچے نہیں سنبھلتے ہیں تو میں ایک جادو منتر پڑھ کر ان سب کو خرگوش بنا دوں گا!' انھوں نے سب سے شرارتی بچے کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ٹھیک اسی وقت ہاتھی آسمان سے نیچے اترے اور استاد کے ٹھیک اوپر والی شاخ پر جا بیٹھے۔

اڑ۔اڑ۔ڑ۔ڑ..... کڑ۔ڑ۔ڑ۔ڑ..... دھڑام!

شاخ ٹوٹ کر ماسٹر جی پر آ گری۔ ماسٹر جی بھی گر پڑے، مگر ہاتھیوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ وہ چپ چاپ اپنے کان پھڑ پھڑا کر دوسرے پیڑ کی طرف چل دیے۔

اسی وقت ماسٹر جی اٹھ کھڑے ہوئے اور ہاتھیوں پر چلائے — 'برے ہاتھیوں! میں تمھیں مزا چکھاتا ہوں۔ مجھے گرانے کی ہمت! میں تمھیں ابھی سبق سکھاتا ہوں!' ماسٹر جی نے اپنی چھڑی گھمائی اور ایک جادو منتر پڑھا۔

دھیرے دھیرے سارے ہاتھی زمین پر اتر گئے۔ وہ اڑنا بھول گئے اور اس دن سے آج تک ہاتھی زمین پر چلتے ہیں۔ جب وہ آسمان میں بادلوں کو اڑتا دیکھتے ہیں، انھیں وہ زمانہ یاد آتا ہے جب وہ خود بھی اڑ لیتے تھے، جیسے چاہتے دکھنے لگتے تھے، جہاں چاہتے چلے جاتے تھے۔

5. زندگی کو پیش کرنا

زبان کا یہ استعمال اس کے تمام دوسرے کاموں میں شامل ہے لیکن اگر ہم نے الگ سے اس کا جائزہ نہیں لیا تو ممکن ہے ہم اسے نظر انداز کر جائیں۔ بڑوں ہی کی طرح بچے اکثر زبان کا استعمال گذری ہوئی باتوں کو یاد کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ کوئی واقعہ، شخص یا کوئی چھوٹی موٹی چیز — جو چیز اب ہمارے آس پاس نہیں ہے۔ اسے ہم الفاظ کے ذریعے دوبارہ پیدا کر سکتے ہیں اور اس طرح ہم جو تخلیق کرتے ہیں وہ اکثر اتنا حقیقی نظر آتا ہے کہ ہم اس پر ایک لمبے وقفے تک گفتگو کر سکتے ہیں۔

بچے اکثر چیزوں اور تجربوں کو اس لیے پیش کرتے ہیں کہ انھیں کسی گہرے جذباتی سطح پر قبول کر سکیں۔ کسی چیز سے ڈرا ہوا بچہ اس کے بارے میں سینکڑوں بار بتاتا ہے، جب تک وہ اپنے اندر اس کے لیے جگہ نہیں بنا لیتا۔ خاص طور سے جب بچہ کسی حیرت انگریز واقعے سے دوچار ہوتا ہے تو اس میں پوشیدہ غیر یقینی، بدحواسی اور کبھی ڈر پر

قابو پانے کے لیے اس واقعے کو الفاظ کی مدد سے بار بار اس وقت تک دہراتا ہے جب تک کہ وہ اس سے مانوس نہیں ہو جاتا۔

6. جڑنا

جب ہم کسی کی کہانی سنتے ہیں، جو اس کے اپنے یا کسی شخص کے تجربوں کے متعلق ہوتی ہے تو ہم اس کہانی کے کرداروں اور واقعات سے اپنے آپ کو جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہانی سے جڑنے کی خاطر ہم اپنی موجودہ زندگی اور یہاں تک کہ اپنے پچھلے محدود تجربوں کو بھی پار کر جاتے ہیں۔ جب کوئی بچہ دھات کے کسی کھلونے کے جذبات کی بات کرتا ہے تو وہ خود کو کھلونے کی جگہ تصور کرتا ہے۔ دوسرے پر کیا گذر رہی ہے، اس کا تجربہ ہم زبان کے ذریعے کر سکتے ہیں۔

7. تیاری

بات چیت کا موضوع کئی بار ایسے واقعات ہوتے ہیں، جو ابھی رونما نہیں ہوئے ہیں اور ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاید کبھی نہ پیش آئیں۔ بچے کئی بار اپنے ڈر، اپنے منصوبوں، توقعات اور عجیب حالات میں کیا ہوگا، اس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ مستقبل کی تصویر بنانے میں الفاظ ان کی مدد کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ تصویر مستقبل کو حقیقی بنانے میں مددگار ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تصویر انھیں مستقبل کا ہر حال میں سامنا کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

8. استفسار اور استدلال

ہر صورت حال میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے، جسے حل کرنے کے لیے چھوٹے بچے کو یہ تلاش کرنا پڑتا ہے کہ کوئی چیز اپنی موجودہ شکل میں کیوں ہے۔ کئی سوال ایسے ہوتے ہیں جس کا جواب چھوٹا بچہ کامیابی کے ساتھ دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، بس اچانک کیوں رک گئی؟ یا اسے نہاتے وقت اپنے سر پر پانی ڈالنا کیوں پسند نہیں ہے؟ تین سال

کا ایک بچہ ان مسائل کو سمجھ سکتا ہے، حالانکہ یہ ضروری نہیں کی سبھی بچے کسی بات کی معقول وجہ صاف صاف بتا سکیں۔ اکثر وہ بچے ایسا کر سکتے ہیں جنھوں نے بڑوں کو زبان کے سہارے کسی چیز کی چھان بین کرتے یا بحث کرتے سنا ہو اور جنھیں ایسا کرنے کے لیے حوصلہ ملا ہو۔

اوپر دیے گئے مسائل کے علاوہ کئی مسائل ایسے ہوتے ہیں جنھیں چھوٹا بچہ 'سائنسی' معنوں میں نہیں سمجھ سکتا۔ مثال کے طور پر 'بارش کیوں ہوتی ہے' یا 'بہت تیز ہوا سے پیڑ کیوں گر جاتا ہے' جیسے سوالوں کے صحیح جواب چار پانچ برس کے بچے کی پہنچ سے باہر ہیں۔ اس کے باوجود، ایسے مسائل بھی استدلال کے لیے زبان کے استعمال کے بہت عمدہ موقعے مہیا کر سکتے ہیں۔ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ دی گئی وجہ درست ہے یا نہیں۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ بچہ زبان کا استعمال دلائل پیش کرنے اور کسی نئی بات کے بارے میں استفسار کرنے کے لیے کرے۔ زبان سے یہ کام لیتے بڑوں کو کوئی بچہ جتنا زیادہ سنے گا، زبان کا یہ استعمال اتنا ہی بچے کی دسترس میں آتا جائے گا۔

اس چھوٹی سی مشق میں آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ بچوں کی زندگی میں زبان کے جن آٹھ مختلف کاموں پر ابھی ہم نے گفتگو کی ہے، کیا آپ انھیں شناخت کر سکتے ہیں۔ یہاں پر بچوں کی بات چیت کی آٹھ مثالیں دی گئیں ہیں۔ انھیں زبان کے آٹھ کاموں کے تحت رکھیے:

1۔ بادل چلے گئے اور بارش رک گئی۔

2۔ میں جاؤں گا جنگا، وہاں ملے گا بگا

3۔ اس کو اس طرح مت کرو۔ دیکھو، گرہ یہاں ہے۔

4۔ پانی روز سویرے اتنے سارے گھروں میں کیسے پہنچ جاتا ہے؟

5۔ میں اس پیالے کو یہاں رکھوں گا، پھر راموں کو آواز دوں گا۔

6۔ یہ مٹھائیاں بالکل ویسی ہیں جیسی جیت چاچا لائے تھے۔

7۔ دیوالی پر مجھے نئی قمیض ملے گی۔ 8۔ بالکل بازار جیسا تھا۔اتنی ساری بطخیں اور اتنا شور مچا رہی تھیں۔
جواب: 1.چیزوں کی وضاحت، 2. کھیلنا، 3. دوسروں کے کام پر نگاہ رکھنا، 4. استفسار، 5. اپنے کاموں پر نگاہ رکھنا، 6. جڑنا، 7.تیاری، 8.زندگی کو پیش کرنا

ہماری بات کا اثر ہم پر پڑتا ہے

بچوں کی زندگی میں زبان کے مختلف کاموں کی اس گفتگو سے ایک بات یہ واضح ہوتی ہے کہ زبان ایک بے حد لچیلا ذریعہ ہے۔ہم اسے زندگی کی کسی بھی صورت حال کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔اسے اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال کر ہم حالات کو بھی اپنے مطابق بنا لیتے ہیں۔روزانہ کی زندگی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی ہم سے ناراض ہے،تو ہم اس کے غصے کا جواب (اکثر لاشعوری طور پر) دینے کے لیے ایسے الفاظ اور لہجے کا انتخاب کرتے ہیں، جو صورت حال پر ہماری خواہش اور ارادے کے مطابق اثر ڈالیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم لڑنا چاہتے ہیں تو سخت الفاظ کا استعمال کرتے ہیں یا اگر معاملے کو ٹھنڈا کرنا ہوتو نرم الفاظ اور مدھم لہجے سے کام لیتے ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان کو لچیلے ڈھنگ سے استعمال کرنے کی ہماری صلاحیت کافی حد تک یہ طے کرتی ہے کہ زندگی کی مختلف صورت حال کا سامنا ہم کس طرح کریں گے۔ایک سطح پر ہماری زبان کسی صورت حال کے تئیں ہمارا ردعمل ظاہر کرتی ہے۔ایک دوسری سطح پر ہماری زبان اس صورتحال کو ہمارے مطابق ڈھالتی ہے جس کا ہم سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے اِرد گرد ہر وقت جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے، زبان ان سب سے نپٹنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔ہم چاہے ان سب میں بذات خود شریک ہوں یا

صرف ان پر غور کر رہے ہوں، زبان کی مدد ہمیں دونوں صورتوں میں ملتی ہے۔

ہم کسی واقعے کے چشم دید گواہ ہوں یا نہ ہوں، اس واقعے کو پیش کرنے کے لیے استعمال کی گئی زبان، اس کے تئیں ہمارے ردعمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہم سے بہت دور دراز واقع جگہوں پر روزانہ ہزاروں چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں ہم تک اخبار کے بیانات کی شکل میں پہنچتی ہیں۔ایک طرح سے اخبار ہمیں کسی واقعے کی تصویر بنانے میں مدد دیتا ہے۔اسی طرح جیسے ایک بچہ سڑک پر کوئی چیز دیکھ کر اپنی ماں کو بتاتا ہے۔ اخبار یا بچے کے ذریعے بنائی گئی تصویر اتنی ہی حقیقی یا درست ہوگی جتنی درست تصویر بنانے کے لیے استعمال کی گئی زبان ہوگی۔ درستگی میں ہمیشہ کمی یا زیادتی ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ کوئی بیان کتنا درست ہے یہ اکثر بیان کرنے والے کے ارادے اور اس کے ذریعے استعمال کی جانے والی زبان پر منحصر ہوتا ہے۔اگر بچہ ایک حادثہ دیکھ کر ڈر گیا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اسے کچھ بڑھا چڑھا کر پیش کرے۔اس مبالغہ آرائی سے وہ اپنے خوف کا جواز پیش کرتا ہے اور اس طرح اس منظر سے، جسے اس نے دیکھا ہے، ہم آہنگ ہونے میں کامیاب ہوتا ہے۔

بالآخر، زبان ہماری توقعات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چیزوں کو تحمل کے ساتھ باقاعدہ طور پر سمجھانے کا شوقین آدمی دوسروں سے ایسی ہی امید کرتا ہے۔ اسی طرح چیزوں کی گہرائی سے چھان بین کرنے والا شخص لاشعوری طور پر امید کرتا ہے کہ دوسرے اس کی چھان بین میں دلچسپی لیں گے۔اس طرح کے لوگ چھان بین اور وضاحت کے لیے زبان کا استعمال کر کے ایک ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں، جس میں وضاحت اور چھان بین کی اہمیت کو سمجھا جا سکے۔اس کے برخلاف اگر کسی معاشرے یا ادارے میں زبان کا استعمال ان مقاصد کے لیے نہیں کیا جاتا ہے تو وہاں بڑے ہو رہے بچوں کو دھیان سے کوئی بات سمجھانے یا تحمل کے ساتھ بحث کرنے کی عادت شاید ہی پڑ سکے۔ اگر والدین اور اساتذہ زبان کا استعمال خاص طور سے بچوں کو قابو میں رکھنے کے لیے کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ بچے زبان کو دوسروں کو قابو میں رکھنے کے ذریعے کے طور پر

دیکھیں گے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ بڑے ہوکر وہ اس وقت تک کوئی کام نہ کرنا چاہیں، جب تک اس کام کے لیے انھیں حکم نہ دیا گیا ہو۔

ہم نے اس باب کا آغاز اس سوال کے ساتھ کیا تھا کہ زبان بچے کی شخصیت، اس کے شعور، صلاحیتوں، رویوں، دلچسپیوں اور اقدار پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس سوال کا جواب اب ہم یہ کہہ کردے سکتے ہیں کہ زبان بچے کی شخصیت کو اس لیے متاثر کرتی ہے کیونکہ بچہ زبان کے ذریعے تیار کیے گئے ماحول میں جیتا اور بڑا ہوتا ہے۔ اس ماحول کو بنانے میں استاد ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر ردعمل یہ ظاہر کرتا ہے کہ استاد بچے کے ذریعے ایک خاص ڈھنگ سے استعمال کی گئی زبان کا مقصد سمجھ رہا ہے تو ایسا ردعمل زبان کے استعمال کے اس ڈھنگ میں اور اضافہ کرتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر استاد کا ردعمل پہلے سے قائم شدہ مناسب یا درست کے کسی نظریے پر مبنی ہے تو یہ بچے کے طرزِ اظہار کی آزادی اور گفتگو کی صلاحیت کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرے گا۔

2

بات کرنا

ہمارے اسکولوں میں باتیں کرنا اکثر غلط سمجھا جاتا ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ اگر کوئی بات کر رہا ہے تو وہ پڑھائی کی طرف زیادہ سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہا ہوگا۔ اس لیے جیسے ہی استاد بچوں کو بات کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو فوری طور پر وہ انھیں ایسا کرنے سے روک دیتا ہے۔ بات کرنے کی اجازت بچوں کو صرف وقفے کے دوران ملتی ہے یا اس وقت جب استاد کوئی اہم بات نہ کہہ رہا ہو۔

بات چیت کے تئیں اس نظریے کی وجہ سے ہم تعلیم میں بات چیت کے فائدوں کو نظر انداز کرتے آرہے ہیں۔ یہ صورتحال تعلیم کی سبھی سطحوں پر ہے۔ لیکن خاص طور سے ابتدائی سطح پر یہ سب سے زیادہ واضح ہے۔ ابتدائی اسکول کی عمر کے بچوں کے لیے بات چیت کرنا، سیکھنے اور سیکھی ہوئی چیز کو مضبوط بنانے کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ ایسا اسکول جہاں چھوٹے بچے آزادی کے ساتھ بات نہیں کر سکتے، ایک بے مصرف اسکول ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے استاد، جو بچوں کو بات نہیں کرنے دیتے، کتابوں اور دوسرے سامانوں کے لیے پیسے کی کمی کی شکایت کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔ وہ پہلے ہی ایک ایسا قیمتی ذریعہ بے کار جانے دے رہے ہیں جس کے لیے کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔

یہ درست ہے کہ بچے طرح طرح کے مقاصد لے کر بات چیت کرتے ہیں اور یہ سبھی مقاصد استاد کے لیے کار آمد نہیں کہے جاسکتے۔ مثال کے طور پر بوریت دور کرنے کے لیے بات کرنے اور دوسروں کو کسی چیز کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بات کرنے میں فرق ہے۔ دوسری قسم کی بات بچے کے سیکھنے کے عمل کو قوت بخشتی ہے، جیسا کہ دو بچوں کی اس بات چیت میں ہو رہا ہے جو استاد کی میز کے پاس انتظار میں کھڑے سرگوشی کر رہے ہیں اور استاد رجسٹر کی خانہ پُری میں مصروف ہے:

پہلا بچہ : دیکھا، استانی جی نے انگوٹھی پہن رکھی ہے۔
دوسرا بچہ : تم نے پہلے نہیں دیکھی؟
پہلا بچہ : نہیں... ہاں، ہاں، میں نے پہلے دیکھی ہے۔
دوسرا بچہ : ارے، لیکن یہ انگوٹھی دوسری ہے۔
پہلا بچہ : استانی جی نے نئی انگوٹھی خریدی ہے۔ یہ پہلے والی سے چھوٹی ہے۔
دوسرا بچہ : نہیں، پتلی ہے۔

اگر آپ بچوں کے درمیان اس چھوٹی سی گفتگو کا جائزہ لیں تو آپ جلد ہی سیکھنے کے ان مواقع کو شناخت کرلیں گے، جو بات چیت کے ذریعے ہی ان دو بچوں کو حاصل ہوئے۔ اگر پہلے بچے نے استانی جی کی انگلی میں انگوٹھی دیکھ کر بات نہ شروع کی ہوتی تو اسے کبھی یہ یاد نہ آتا کہ وہ ہمیشہ انگوٹھی پہنتی ہیں۔ دوسری طرف، اس بات چیت کے بغیر دوسرے بچے کو پرانی اور نئی انگوٹھی میں فرق دیکھنے کا موقع نہ ملتا، نہ ہی 'چھوٹی' اور 'پتلی' کے درمیان معمولی فرق کو سمجھنے کا موقع ملتا۔

بات چیت کے ان مختلف کاموں کے تئیں باخبر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بچوں کی بات سننے کی عادت ڈالیں۔ یہ کہنا آسان ہے، لیکن اسے کرنا اس لیے مشکل ہے کیونکہ ہم بڑے یہ سوچنے کے عادی ہیں کہ ہمارا کام بچوں کو یہ بتانا ہے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے اور بچوں کا کام ہے سننا۔ ایسا عقیدہ بچوں کی بات چیت کا اچھا سامع بننے کے ہمارے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اچھے سامع سے میری مراد ایک ایسے شخص

سے ہے جو بات کے مقصد اور اس بات چیت سے پیدا ہونے والے سیکھنے کے امکانات کو تحمل کے ساتھ پہچان سکے۔

کسی بھی عام صورتحال میں بات چیت میں محو دو بچے اپنی گفتگو میں مندرجہ ذیل کام کرتے نظر آسکتے ہیں:

1. جس چیز کو اب تک نظر انداز کر رکھا تھا، اس پر توجہ دینا۔
2. اسے اتفاقاً یا باریکی سے دیکھنا۔
3. اپنے اپنے مشاہدوں کا تبادلہ کرنا۔
4. مشاہدات کو کسی طرح سے ترتیب وار رکھنا۔
5. ایک دوسرے کے مشاہدوں کو للکارنا۔
6. مشاہدے کی بنیاد پر بحث کرنا۔
7. پیشین گوئی کرنا۔
8. پچھلے کسی تجربے کو یاد کرنا۔
9. کسی دوسرے کے جذبات یا تجربوں کا خیال کرنا۔
10. کسی خیالی صورتحال میں خود کے جذبات کا خیال کرنا۔

اگر آپ بچوں کی بات چیت کو دھیان سے سننے کی عادت ڈال لیں تو آپ جلد ہی ان میں اور کئی دوسرے امکانات میں فرق کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ یہ امکانات تجزیہ کرنے اور جواز پیش کرنے کی صلاحیتوں کے فروغ سے جڑے ہیں۔ اس باب میں دی گئی سرگرمیاں آپ کو بات چیت کے ذریعے ان صلاحیتوں کی نشوونما کرنے والے حالات پیدا کرنے میں معاون ہوں گی۔

بچوں کی بات چیت کو تعلیم کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کرنے کے خواہش مند استاد کو پہلے بات چیت کے لیے ایک مثبت ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ اپنے

طرزِ عمل اور بچوں کی بات چیت کے تئیں اپنے ردِ عمل کے ذریعے استاد کو بچوں میں یہ یقین پیدا کرنا ہوگا کہ وہ بات کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ اس کا مقصد ہنگامہ کھڑا کرنا نہیں ہے۔ اس کے برعکس، ضرورت اس بات کی ہے کہ استاد کو یقین ہو کہ:

- ہر بچہ یہ محسوس کرے کہ جب وہ کچھ کہے گا تو اسے سنا جائے گا
- سبھی بچے محسوس کریں کہ استاد کو ان کا بولنا اچھا لگتا ہے۔

کلاس روم میں بچوں کو بات چیت کے لیے آمادہ کرنے والے مواقع کو ہم پانچ طرح سے تقسیم کر سکتے ہیں:

1. اپنے بارے میں بات کرنے کا موقع دینا

سب بچے اپنی زندگی کے بارے میں، ان واقعات کے بارے میں جو ہو چکے ہیں اور ان کے بارے میں بھی جو ابھی نہیں ہوئے ہیں، بات کرنا پسند کرتے ہیں۔ بشرطیکہ انھیں اس کی آزادی اور موقع دیا جائے۔ بعض اساتذہ بچوں کی ذاتی زندگی اور اسکول میں ان کی تعلیم کے درمیان کوئی تعلق نہیں دیکھ پاتے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جماعت میں صرف کتابوں میں لکھی باتوں پر ہی گفتگو ہو اور کوئی ذاتی گفتگو نہیں ہونی چاہیے۔ استاد کے اس مطالبے کی وجہ سے کئی بچے جماعت میں کسی بھی قسم کی حصے داری نہیں نبھا پاتے۔ استاد کے ذریعے کی جانے والی غیر ذاتی باتیں انھیں متوجہ نہیں کر پاتیں، اور ان کے ذاتی معاملات (جیسے حال ہی میں کسی رشتے دار کا آنا، طوفانی بارش نے گھر کی کیا حالت کی یا بیمار پڑنا) میں استاد کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

ایسی صورت حال میں بچے نصاب سے مکمل طور پر قطع تعلق ہو جاتے ہیں۔ استاد چاہے تو ان کے اس ترکِ تعلق کو روک سکتا ہے۔ اس کے لیے انھیں بچوں کی گھریلو زندگی اور ان کے پچھلے تجربات پر بات چیت کرنے کے مواقع پیدا کرنے ہوں گے۔ اگر بچوں کو ان چیزوں پر بات کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو

دھیرے دھیرے وہ کئی طرح کے تجربات سے وابستہ اپنے احساسات اور خیالوں کا اظہار کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی وہ اسکول کے نصاب کے مختلف مضامین، جیسے سائنس، جغرافیہ، علم شہریت وغیرہ میں شامل علم سے ذاتی سطح پر ایک گہرا تعلق قائم کر سکیں گے۔

2. اسکول کی چیزوں اور تجربوں پر بات کرنے کا موقع دینا

اسکول کا ماحول چھان بین اور مشاہدے کا ایک شاندار وسیلہ ہے۔ اسکول کہیں بھی ہو، اس کے گرد و پیش ایسی کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہوتی ہیں، جن سے وسیع پیمانے پر جانچ اور بحث کے مواد حاصل ہو سکتے ہیں۔ دکانیں، پیڑ، پتھر، مکان، سڑک، باڑ، مٹی، دروازے، چڑیوں کے گھونسلے، چھتے، تتلیاں، کھلی نالی، نل اور بہت سی چیزیں اسکول کے گرد و پیش میں تلاش کی جا سکتی ہیں اور ان میں سے کسی بھی چیز کو باریک مشاہدے، مشاہدوں کے تبادلے، حقیقت کا تعین کرنے اور دوسری چیزوں سے اس کا تعلق تلاش کرنے کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔

چھوٹے بچوں کے ساتھ یہ سب کرنے کے لیے بات چیت ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ جیسا کہ آگے دی گئی سرگرمیوں سے واضح ہوگا۔ یہ قطعی ضروری نہیں کہ استاد بہت سارے بچوں کو باضابطہ طور سے سیر سپاٹے کے لیے لے جائیں۔ دراصل تین چار بچوں کو کسی چیز کی رپورٹ لکھنے کے لیے بھیجنا کارآمد ہو سکتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ سیر میں خوب مزہ آتا ہے۔ اس لیے جو استاد بچوں کو اسکول سے دور کسی جگہ پر لے جانے کا خرچ اٹھا سکتے ہوں، انھیں ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن جو استاد بچوں کو کسی عجائب گھر یا ڈاک خانے تک نہیں لے جا سکتے انھیں اس بات کا بہانہ نہیں بنانا چاہیے کہ وہ بچوں کو اسکول کے قریب ایک ٹوٹی پلیا یا اسکول کے پیچھے گندے پانی کی نکاسی تک بھی نہیں لے جا سکتے۔ اہم چیز یہ ہے کہ سبھی بچوں کو سیر کے دوران دیکھی گئی تمام چیزوں پر بات کرنے کا مناسب موقع ملے۔

3. تصویروں کے بارے میں بات کرنا

تصویریں تخلیقی اور تجزیاتی گفتگو کا ایک بڑا وسیلہ ہوتی ہیں۔ کسی بھی طرح کی تصویریں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ روزناموں اور ہفت وار رسائل میں اشتہارات اور خبروں کے ساتھ چھپی تصویروں کو ہم لے سکتے ہیں۔ کیلنڈر، ٹکٹ، لیبل اور پوسٹر تصویریں حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع ہیں جو ہمیں کہیں بھی دستیاب ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی۔ استاد سالہاسال استعمال کے لیے تصویروں کا ایک مجموعہ تیار کرسکتا ہے۔

ان وسائل کے علاوہ اسکولوں کو کچھ اضافی رقم خرچ کر کے تصویروں والی کہانی کی کتابیں خریدنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حالانکہ ہر ہندوستانی زبان میں بچوں کا ادب اچھی خاصی تعداد میں موجود ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں دکھاتے۔ اسکول میں اگر بچوں کا ادب ہوتا بھی ہے تو اس کا روزانہ استعمال اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ کتابیں خراب ہو جائیں گی اور انھیں الماریوں میں بند رکھا جاتا ہے۔ بچوں کے ادب کو تعلیم کے لیے استعمال کرنے کے خواہش مند اساتذہ کو چاہیے کہ کتابوں کی دیکھ بھال کے کام میں بچوں کو شامل کریں اور انھیں اس کی تربیت دیں کہ کتابوں کو کیسے اٹھانا رکھنا ہے اور کس طرح صفحہ الٹنا ہے کہ اس کا کونا مڑنے نہ پائے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں محتاط تربیت کے ذریعے سکھائی جاسکتی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں آگے جاکر بچوں میں کتابوں کے تئیں احترام کا جذبہ پیدا کریں گی اور باتصویر کہانی کی کتابوں کو سیکھنے کا اہم ذریعہ ماننے کی سمجھ کو فروغ دیں گی۔

بچوں کے ایک گروہ کے ساتھ بغیر کسی تیاری کے، بالکل بے ضابطہ طریقے سے کسی تصویر کے بارے میں بات چیت کرنا بھی کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر ہم دیکھنے کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہوجائیں تو بچوں کی زبان کے فروغ کے نظریے سے ہم ایسی بات چیت کو اور بھی زیادہ کارآمد بنا سکتے ہیں۔ استاد کا ہر سوال بچوں کے

ردعمل کو یقینی طور پر متاثر کرتا ہے۔ بچوں کی سمجھ اور ردعمل کو بڑھاوا دینے کے لیے ہم کس بہتر طریقے سے سوالات کا استعمال کر سکتے ہیں؟ ردعمل کی سطحیں، جن کی طرف بچوں کا دھیان ہم سوالوں کی مدد سے موڑ سکتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) تلاش کرنا : اس سطح پر ہم بچوں سے صرف اتنا کہیں گے کہ وہ تصویر میں دکھائی گئی چیزوں کو تلاش کریں۔ ہم اس طرح کے سوال پوچھ سکتے ہیں: 'اس تصویر میں کیا ہے؟'، 'کیا اس میں ایک چوہا ہے؟'، 'سائیکل پر کون بیٹھا ہے؟'، 'لڑکا کتنا بڑا ہے؟'

(ب) دلیل دینا : ردعمل کی اس سطح کا تعلق دلائل دینے اور وجوہات بتانے کی صلاحیت سے ہے۔ تصویر میں دکھائی گئی کسی چیز کی جو بھی وجہ بچہ بتائے استاد کو اسے قبول کرنا چاہیے۔ استاد خود بھی وجہ بتا سکتا ہے۔ لیکن صرف ایک اور ممکنہ جواب کے طور پر۔

سوالوں کے نمونے : 'ننھی لڑکی کیوں رو رہی ہے؟'، 'موٹر سائیکل کا پچھلا حصہ ہمیں کیوں نہیں دکھائی دے رہا ہے؟'، 'چوہا کیوں چھپا ہے؟'

(ج) خاکہ بنانا : اس سطح پر ہم بچے سے خود کو تصویر میں پیش کر کے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ اس طرح اس سطح پر سوال پوچھنے کا مقصد بچے کو ایک تصوراتی حالت میں خود کو ڈالنے، کون کیا کہے گا یہ خیال کرنے، اور انھیں کیسا لگے گا یہ سوچنے کے لیے حوصلہ دلانا ہے۔ سوالوں کے نمونے: 'اگر تم اس پیڑ پر بیٹھے ہوتے تو تمھیں کیا دکھائی دیتا؟'، 'چھوٹی لڑکی سائیکل پر بیٹھے آدمی سے کیا کہہ رہی ہے؟'، 'چوہا کیا سوچ رہا ہے؟'

(د) پیشین گوئی : اس سطح کا تعلق تصویر میں دکھائی گئی حالت کے بعد کے واقعات کا اندازہ کرنے سے ہے۔ بچوں کو یہ سوچنے پر آمادہ کرنا ہے کہ اب آگے کیا ہوگا۔ سوالوں کے نمونے: 'یہ آدمی یہاں سے کہاں جائے گا؟'، 'ننھی لڑکی گھر

پر کیا کرے گی؟'، 'وہ گھر کیسے پہنچے گی؟'

(ہ) **تعلق پیدا کرنا:** اب ہم ایسے سوال پوچھیں گے جو بچوں کو تصویر میں دکھائی گئی صورتحال سے ملتی جلتی کوئی چیز اپنی زندگی میں تلاش کرنے پر آمادہ کرے۔ سوالوں کے نمونے: 'تم کبھی موٹر سائیکل پر بیٹھے ہو؟'، 'بیٹھ کر کیسا لگتا ہے؟'، 'کیا تم کبھی کسی اجنبی کے ساتھ رہے ہو؟'، 'اس دن پھر کیا ہوا؟'

4. کہانیاں سننا اور ان پر گفتگو کرنا

کوئی کہانی سنتے وقت ہمارا ذہن اس میں پیش کیے گئے واقعات اور کرداروں کی طرف بھاگتا ہے۔ کئی کہانیوں کا تعلق ایسے واقعات سے ہوتا ہے، جن سے ہم اپنی زندگی میں کبھی دوچار نہیں ہوتے۔ لیکن پھر بھی ہم ان کا تصور کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بھلے ہی ہم کہانی کے کرداروں جیسے لوگوں سے کبھی نہ ملے ہوں۔ پھر بھی ہم ان کی تصویر ذہن میں بنا لیتے ہیں۔ اس طرح غیر مانوس واقعات اور لوگ دنیا کے اس نقشے میں شامل ہو جاتے ہیں، جو ہم نے اپنے ذہن میں بنا رکھا ہے۔ بعد میں ہم ان واقعات پر ٹھیک اسی طرح بات چیت کر سکتے ہیں، جس طرح ہم اپنی زندگی میں ہونے والے اصل واقعات پر گفتگو کرتے ہیں۔ فلموں، کتابوں اور اخباروں میں چھپی زیادہ تر خبروں پر لوگ اسی طریقے سے گفتگو کرتے ہیں۔ کہانی چاہے وہ کسی اصلی واقعے کے بارے میں ہو یا کسی کے ذریعے خیال کیے گئے واقعات کے بارے میں ہو، وہ ایک نئی چیز ہمارے دھیان میں لاتی ہے اور ہم اس چیز کو زیادہ کوشش یا پریشانی کے بغیر اپنے ذہن میں جگہ دے دیتے ہیں۔

کہانی سنتے وقت ہم اس کے واقعات کی ترتیب اور کرداروں کے برتاؤ کا تصور کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ دوسری طرف جب ہم خود کوئی کہانی سناتے ہیں تو اس میں شامل تجربات کو دوبارہ منظم کرتے جاتے ہیں۔ اگر یہ تجربہ حقیقت پر مبنی ہے تو ہمیں اس کی فکر ضرور ہوتی ہے کہ اسے چھوٹے چھوٹے واقعات کی اسی ترتیب کے ساتھ

بالکل اسی طرح پیش کیا جائے جیسا کہ وہ ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے تجربے ایک دم ہو بہ ہو بیان کر سکے۔ چھوٹی موٹی تبدیلیاں اس لیے ہو ہی جاتی ہیں کیونکہ کچھ باتیں ہمیں دوسری باتوں سے زیادہ اہم لگتی ہیں۔ اگر ہماری کہانی حقیقت پر مبنی نہیں ہے تو ہم اسے کچھ زیادہ آزادی سے پیش کرتے ہیں۔ شاید اس وقت ہمارا مقصد اسے اپنے سننے والوں کے لیے زیادہ دلچسپ بنانا ہوتا ہے۔ کہانی چاہے حقیقی ہو یا خیالی، اسے سنانے میں دو چیزیں شامل ہوتی ہیں:

(الف) زندگی کے واقعات، کرداروں وغیرہ کو دوبارہ ترتیب دینا، اور

(ب) کہانی کو اپنے سننے والوں کے لیے دلچسپ بنانا۔

یہ دونوں باتیں زبان کے بہتر استعمال پر منحصر ہوتی ہیں۔ دراصل کوئی بھی کہانی ہم سے زبان کو تخلیقی ڈھنگ سے استعمال کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور کہانیاں سننے سے ہمیں زبان کی تخلیقی صلاحیت کے نمونے ملتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہانیاں سنانا ننھے بچوں کے استاد کے لیے ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

بعض اساتذہ کہانیاں سنانے کو ایک فن مانتے ہیں، اور اسی لیے وہ سوچتے ہیں کہ کچھ ہی لوگ اچھی طرح کہانیاں سنانے کے اہل ہوتے ہیں۔ یہ ایک افسوسناک خیال ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بچے کہانیاں سننے کی خوشی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی کہانی اچھی ہے تو بچے اسے سن کر ضرور خوش ہوں گے۔ کہانی کہنے کی صلاحیت تو وقت اور مشق سے ہی آسکتی ہے۔ اصل بات ہے اچھی کہانیوں کا انتخاب کرنا اور انھیں بار بار سنانا۔ کوئی کہانی صرف ایک بار سنانے کے لیے نہیں ہوتی اور اچھی کہانیاں تو بار بار سنانے لائق ہوتی ہیں۔

کہانی سنتے وقت سننے والے کے لیے اہم چیز کہانی سے اپنا تعلق قائم کرنا ہے، اور ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر بچہ یہ تعلق ایک الگ ڈھنگ سے قائم کرتا ہے۔ اس کی شخصیت، اس کے پچھلے تجربے کہانی کے تئیں بچے کے ردِعمل کو متاثر کرتے ہیں۔ ہوسکتا

ہے کہ بچہ کسی کردار کا تصور کہانی میں پیش کیے گئے خاکے سے بالکل الگ کرے۔ ممکن ہے کہ اسے کوئی واقعہ جذباتی طور سے باقی تمام واقعات سے زیادہ بامعنی لگے۔ کہانی اور اس کے کرداروں کی ایسی تجدید کرنا جو خود کو بامعنی لگے، ہر بچے کا حق ہے۔ مثال کے طور پر، ہوسکتا ہے کہ بچہ صفحہ 7 پر دی گئی کہانی میں استاد کا تصور ایک عورت کی شکل میں کرے۔ ایسا استاد جو کرداروں کا تصور کسی بھی ڈھنگ سے کرنے کے بچے کے حق کو قبول کرتا ہے، بچوں کو اس بات کی پوری آزادی اور موقع دے گا کہ وہ کہانی کے بارے میں کسی بھی طرح سے بات کریں، اسے توڑیں مروڑیں، اس میں اضافہ کریں، اس کے کرداروں کو بدلیں، اور اپنی کہانیاں خود بنائیں۔ ایسے مواقع کہانی کہنے کے فوراً بعد دینا ضروری نہیں ہے۔ اکثر بہتر یہی ہوتا ہے کہ کہانی سنانے کے بعد کوئی اور بالکل مختلف کام شروع کیا جائے۔

کہانیوں کا مجموعہ

اکثر استاد نہیں جانتے کہ سنانے لائق اچھی کہانیاں کہاں سے حاصل کی جائیں۔ کبھی کبھی وہ رسالوں یا اخباروں میں چھپی چھوٹی موٹی کہانی نما تحریریں بچوں کو سنا کر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ پچاس ساٹھ اچھی کہانیوں کا ذاتی مجموعہ بنا کر انھیں ذہن نشیں کر لینا استاد کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایسا مجموعہ بنانے کے لیے کہانیوں کا انتخاب مندرجہ ذیل ذرائع سے کیا جاسکتا ہے:

- پنچ تنتر، کتھا سرت ساگر، جاتک، بیتال پچیسی وغیرہ،
- وکرمادت کی کہانیاں اور دیو مالائیں،
- ہندوستان اور دنیا کے مختلف حصوں کی لوک کہانیوں کے مجموعے،
- اپنے علاقے کی لوک کہانیاں، انھیں اکٹھا کرنے کے لیے بزرگوں کی مدد لی جاسکتی ہے،
- تاریخی کہانیاں،
- پرانے مقامی واقعات جنھیں کہانی کی طرح پیش کیا جاسکے۔

5. اداکاری کرنا

کہانی اور ڈرامے میں گہرا تعلق ہے، اور اکثر استاد بہت آسانی کے ساتھ ایک کو دوسرے سے جوڑ سکتا ہے۔ کہانی کو بہت دھیان سے سن رہا بچہ اس میں پیش کیے گئے کرداروں کا خاموشی سے جائزہ لے رہا ہوتا ہے۔ یہی چیز زیادہ واضح طریقے سے ڈرامے میں بھی ہوتی ہے۔ ڈرامے میں بچوں کو بات چیت، جسمانی حرکتوں اور اشاروں کے ذریعے مختلف کرداروں کو پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ کہانی سننے والے کی طرح ہی ڈرامے میں بھی انھیں خود پر کسی دوسرے کا تصور کرنا پڑتا ہے اور چیزوں کو کسی دوسرے کی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے۔ اہم فرق یہ ہے کہ ڈرامہ میں انھیں زیادہ سرگرمی کے ساتھ چیزوں کو دوسروں کی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے۔ تصور کیے گئے ماحول اور کردار کے مطابق ہی انھیں الفاظ اور اشارے تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اس میں فی البدیہہ تقریر کرنے کا سنہرا موقع ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ڈرامہ کا استعمال بات چیت کو وسعت دینے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔

بدقسمتی سے، اسکولوں میں ہونے والی زیادہ تر ڈرامائی سرگرمیوں میں فی البدیہہ گفتگو کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔ بچوں کے لیے کرداروں کا تعین کر دیا جاتا ہے اور انھیں مکالمے یاد کرنے کے لیے دے دیے جاتے ہیں۔ ڈرامہ کا استعمال خاص مواقع پر کیا جاتا ہے، جس میں بچوں کی زبان کے استعمال کو وسعت دینے پر خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ تھوڑے سے بچے ہی ڈرامے میں حصہ لیتے ہیں۔ تیاری اور آخری پیش کش کے دوران سب کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے۔ اس لیے ایسے ڈراموں میں آزادی اور تفریح کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ایک زبانی سرگرمی کی حیثیت سے ڈرامے کے استعمال کے لیے یہ دو چیزیں، آزادی اور تفریح، بہت ضروری ہیں۔

جو اساتذہ ڈرامہ کا استعمال زبان کی تعلیم کے ایک حصے کی طرح کرنا چاہتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ ڈرامہ بچوں کے لیے کوئی خاص یا انوکھی چیز نہیں ہے، وہ تو

ان کی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ نقل اتارنا، کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر بتانا اور روپ بھرنے جیسی ڈرامائی ترکیبوں کا استعمال بچے کرتے ہی رہتے ہیں۔ بچوں کے اپنے روایتی کھیلوں میں بھی ڈرامے کا ایک خاص مقام رہتا ہے۔ ایسا بچہ مشکل سے ملے گا جس میں ڈرامائی صلاحیتیں نہ ہوں۔ لیکن اکثر بچے کلاس روم میں اپنی ڈرامائی صلاحیت کا استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ انھیں لگتا ہے کہ کلاس روم اس کے لیے مناسب جگہ نہیں ہے۔ یہیں پر استاد ایک نمایاں کام کرتا ہے، وہ کلاس روم میں ایسا ماحول قائم کر دیتا ہے، جس میں ڈرامہ ممکن اور درست لگنے لگتا ہے۔ ایسا ماحول بنانے کی کوئی ایک تکنیک نہیں ہے۔ آپ اس کے لیے دھیرے دھیرے کوشش کر سکتے ہیں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ بچوں کو برجستہ طور سے حقیقی زندگی کے بارے میں بات کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کریں، بچوں کی باتوں کو دھیان لگا کر سنیں اور ان کے تئیں نرم رویہ اختیار کریں۔

دوسری اہم بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ پیش کش کے لیے ڈرامہ کرنے اور ڈرامہ کے روزمرہ کے استعمال میں فرق ہے۔ ہم دوسری قسم کے ڈرامے کے بارے میں بات کر رہے ہیں اور اس قسم کے ڈرامے کے لیے پہلے سے تیار مسودوں، مکالموں، پوشاک، ریہرسل اور روشنی کے انتظام کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اداکاری کے لیے کسی بھی چھوٹے واقعے کی کہانی کافی ہے۔ ڈرامائی کہانیوں کی سب سے اچھی مثالیں آپ کو اکثر بچوں کی باتوں سے مل سکتی ہیں۔ بشرطیکہ بچے اس بات کی آزادی محسوس کریں کہ وہ روزانہ جو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اس کے بارے میں بات کر سکیں۔ بس کیسے رکی، کچھ لوگ اترے اور کچھ چڑھے، بس پھر سے کیسے چلی اور اس وقت اس کے اندر کیا ہو رہا ہے، یہ کلاس کے پورے چالیس یا اس سے زیادہ بچوں کے لیے اداکاری کرنے لائق ایک عمدہ کہانی ہے۔ دوسری طرف استاد کے ذریعے سنائی گئی یا پڑھی گئی کہانیاں بھی ڈرامہ کے لیے ایک بہترین مواد فراہم کر سکتی ہیں۔ اگر کہانی میں تھوڑے سے کردار ہیں تو پانچ پانچ بچوں کی ٹولیاں اس پر الگ الگ کام کر سکتی ہیں یا انھیں ڈرامہ کرنے کے لیے الگ الگ کہانیاں دے دی جائیں۔ مختلف گروہوں میں مقابلہ کروانا کوئی معنی

نہیں رکھتا۔ اس سے استاد پر غیر ضروری بوجھ اور انحصار پیدا ہوگا۔

اگر آپ چھوٹی عمر سے ہی برجستہ طور پر ڈرامے کا استعمال شروع کر دیتے ہیں، تو وہ پڑھنے کی صلاحیت کو فروغ دینے کے لیے ایک مضبوط بنیاد کا کام کرے گا۔ ڈرامہ کرنے اور پڑھنے میں براہ راست تعلق بھلے نہ ہو، لیکن تعلق تو ہے۔ ڈرامہ الفاظ اور جسمانی حرکتوں (اشاروں، جھکاؤ وغیرہ) کو شعوری طور پر علامتوں کی طرح استعمال کرنے کا ایک خاص موقع فراہم کرتا ہے۔ کہانی سننے کی طرح اداکاری کرتے وقت بھی بچے دنیا کے روزمرہ میں علامتی طور سے حصہ لیتے ہیں (یعنی، وہ واقعات میں سیدھے طور سے شامل ہوئے بغیر ان میں حصہ لیتے ہیں)۔ یہی وہ صلاحیت ہے جس کی ایک اچھے پڑھنے والے کو ضرورت ہوتی ہے، یعنی جو چیزیں اس کی آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہیں انھیں دیکھ پانے کی صلاحیت، اور ان چیزوں پر اس طرح ردعمل کرنے کی صلاحیت جیسے کہ وہ اس کے سامنے موجود ہوں۔

استاد کا ردعمل

اسکول میں داخل ہونے تک بچے اپنی مادری زبان کے بنیادی ڈھانچوں پر اچھی خاصی مہارت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ انھیں نہ صرف یہ کہ تمام طرح کے کاموں کے لیے زبان کا استعمال کرنا آتا ہے، بلکہ وہ یہ بھی خوب سمجھ چکے ہوتے ہیں کہ مختلف سیاق وسباق اور سامعین کے حسب حال زبان کا استعمال کرنا کتنا ضروی ہے۔ ایک سننے والے کی حیثیت سے، پانچ برس کا بچہ پیغامات کو کام میں بدلنا (جیسے، کہنے پر پانی کا گلاس لانا اور اسے واپس اس کی ٹھیک جگہ پر رکھنا) جانتا ہے، اور وہ لوگوں کی بات چیت کی مدد سے ان کی شخصیت اور آپسی رشتوں کا اندازہ بھی لگا لیتا ہے۔ چھوٹے بچے کو یہ صلاحیتیں کسی کے سکھانے سے نہیں، روزانہ کی زندگی سے حاصل ہوتی ہیں۔ بچے کے آس پاس جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے، وہ اسے اپنے دھیان کی چھلنی سے چھان کر اپنی زبان کے خزانے کا حصہ بنا لیتا ہے۔

ایک استاد کی حیثیت سے ہمیں یہ صلاحیتیں خود حاصل کرنے کے لیے بچے کا

پاس رکھنا چاہیے۔ دراصل ہم بچے کو کوئی نئی چیز نہیں دے سکتے۔ ہم صرف ایسے حالات پیدا کر سکتے ہیں جن میں بچہ اپنی موجودہ صلاحیتوں کو اور فروغ دے سکے۔ بات چیت کے سیاق میں، ایسا ماحول پیدا کرنے کی اہم شرط ہے بچے کی بات پر اپنے ردِعمل کے تئیں مستعد ہونا۔ ہر بار بچے کی بات سنتے وقت ہمیں چاہیے کہ:

1. بچے کو پوری بات کہنے دیں
2. بچہ جو کہنے کی کوشش کر رہا ہے اس میں دلچسپی لیں
3. اختلاف ظاہر کرنے کی خواہش کو قابو میں رکھیں
4. بچے نے جو کہا ہے اس پر اپنا ردعمل تفصیل سے یعنی زیادہ الفاظ اور زیادہ واضح جملے کی ساخت کا استعمال کرتے ہوئے دیں۔ اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ 'اچھا' یا 'یہ اچھا نہیں ہے۔' مثال کے طور پر اگر بچے نے کہا، 'پیڑ پر گلہری'، تو استاد کا ردعمل ہوسکتا ہے، 'تم نے گلہری کو پیڑ پر چڑھتے دیکھا؟'
5. کسی واقعے کی اور جانکاری مانگیں یا بچے کا دھیان موضوع کے کسی نئے پہلو کی طرف کھینچیں۔

بچوں سے اس طرح بات کرنے کے لیے بہت مشق کی ضرورت ہے۔ سب سے ضروری یہ محسوس کرنا ہے کہ بات چیت بچے کے لیے سیکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے اور اس کا بچے کے سماجی برتاؤ اور شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

اکثر خاموش رہنے والے بچے استاد کے لیے خاص پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی جماعت کے کچھ بچے بات کرنے بجائے کھیلنے یا چیزیں بنانے میں زیادہ دلچسپی دکھائیں۔ لیکن اگر کوئی بچہ اپنا ردعمل ظاہر کرنے، سوال پوچھنے اور دوسروں کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ کیا کر رہا ہے، بالکل راغب نہ ہو تو ایسے بچے کی طرف کچھ خاص دھیان دینا عقل مندی کا کام ہوگا۔ ممکن ہے کہ گھر پر مختلف طریقوں سے اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہو یا اس پر دباؤ ڈالے گئے ہوں اور اس کی خاموشی اس کی شخصیت،

خاص طور سے دوسروں سے متعلق اس کے ذاتی شعور کو پہنچی چوٹ کا مظاہرہ ہوسکتی ہے۔ گھر کے جبری ماحول کا اثر کافی گہرا ہوتا ہے، لیکن اسے دور کرنا کسی بھی طرح سے ناممکن نہیں ہے۔ ایک حساس استاد، جو حالات سے باخبر ہو، دنیا کے ساتھ بچے کے تعلقات میں حیرت انگیز تبدیلی لاسکتا ہے۔

کچھ سرگمیاں

یہاں پر صرف کچھ سرگرمیاں دی گئی ہیں جنھیں کوئی بھی استاد ایک عام جماعت میں ترتیب دے سکتا ہے۔ ہر بار کسی سرگرمی میں تھوڑی سی تبدیلی کرنے سے بچے پچھلی بار کے مقابلے میں اور زیادہ دلچسپی محسوس کریں گے۔ اس لیے ان سرگرمیوں کو بار بار کیجیے اور ہر بار اس میں کوئی نئی چیز شامل کیجیے۔ آپ جو تبدیلیاں کریں ان کا اندراج رکھیں تاکہ کسی نئے ساتھی کو اپنی ایجادات کی معلومات دے سکیں۔ یہاں پر دی گئی ہر ایک سرگرمی درجنوں تبدیلیوں کی شروعات بن سکتی ہے۔

1

تم نے کیا دیکھا؟

پہلا مرحلہ: **ایک** بچے سے کہیے کہ وہ کمرے سے باہر جائے، دیکھے کہ باہر کیا ہو رہا ہے، اور واپس آکر دوسروں کو بتائے کہ اس نے کیا دیکھا۔ مثال کے طور پر، وہ بتائے گا کہ اس نے ایک ٹرک، دو دکانیں اور سائیکل دیکھی۔

دوسرا مرحلہ: اب ایک دائرے میں بیٹھے ہوئے، باقی بچے اس سے ایک ایک کر کے سوال پوچھیں گے۔ مثال کے طور پر ایک بچہ پوچھ سکتا ہے۔ سائیکل کی ہینڈل سے کیا لٹک رہا تھا؟ جواب ہوسکتا ہے: 'ایک ٹوکری لٹکی تھی'، دوسرا سوال ہوسکتا ہے، 'ٹوکری کا رنگ کیسا تھا؟'

تیسرا مرحلہ: جب سارے بچے ایک ایک سوال پوچھ لیں تو استاد اس بچے سے پوچھے جو باہر گیا تھا کہ اسے کون سا سوال سب سے اچھا لگا؟ مان لیجیے کہ اس نے کہا

'ششی کا سوال سب سے اچھا تھا'، تو استاد پوچھے گا، 'وہ سوال کیا تھا؟'

چوتھا مرحلہ: اب اگلے دور کی شروعات ششی سے ہوگی۔ اس سے کوئی ایسی چیز دیکھنے کو کہیے جو پہلے بچے نے نہیں دیکھی تھی۔ ششی کے واپس آنے پر بچوں سے کہیں کہ وہ نئے سوال پوچھیں، ایسے سوال جو پہلے کسی نے نہیں پوچھے۔

2

کھوجیوں سے سوال

پانچ یا چھ بچوں کے ایک گروہ کو اسکول کی عمارت کے آس پاس یا اندر کسی متعین چیز یا جگہ کا جائزہ لینے کے لیے بھیجیں۔ مثال کے طور پر انھیں پیڑوں کے ایک جھنڈ، چائے خانے، ٹوٹے ہوئے پل یا گھونسلے کا معائنہ کرنے کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔ ان سے کہیے کہ وہ دھیان کے ساتھ اس چیز کی تفتیش کریں اور آپس میں ہر اس چیز پر گفتگو کریں جسے انھوں نے نوٹ کیا ہے۔

جس وقت کھوجی گروہ باہر گیا ہو، باقی بچوں کو اس چیز کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔ جیسے، اگر کھوجی گروہ کسی چائے خانے کا جائزہ لینے گیا ہے تو بچوں کو بتائیں کہ وہاں کیا کیا چیزیں دستیاب ہیں، اسے کون چلاتا ہے، وہاں موجود چیزیں کہاں کہاں سے آتی ہیں، وغیرہ۔

واپس آنے پر کھوجی گروہ جماعت کے سوالوں کا سامنا کرے۔ سوال پوچھنے میں استاد کی باری بھی آنی چاہیے۔

اگلی بار، دوسرے گروہ کو بھیجیے۔

3

بوجھو میں نے کیا دیکھا؟

ایک بچہ باہر جائے، دروازے پر یا جماعت سے کچھ دور کھڑے ہو کر آس پاس نظر

آنے والی سیکڑوں چیزوں میں سے کوئی ایک چن لے (وہ چیز کچھ بھی ہو سکتی ہے، پیڑ، پتا، گلہری، چڑیا، تار، کھمبا، پتھر)۔ واپس آ کر وہ اس چیز کے بارے میں صرف ایک جملہ بولے۔ مثال کے طور پر، وہ کہہ سکتا ہے، 'میں نے ایک بھوری چیز دیکھی۔'

اب اس بچے سے ایک سوال پوچھ کر اس چیز کا اندازہ لگانے کا موقع جماعت کے ہر بچے کو ملے گا۔ مثال کے طور پر، سوالات اس طرح ہو سکتے ہیں:

پہلا بچہ : 'کیا وہ پتلی ہے؟'
جواب : 'نہیں۔'
دوسرا بچہ : 'وہ کتنی بڑی ہے؟'
جواب : 'وہ کافی بڑی ہے۔'
تیسرا بچہ : 'کیا وہ کرسی جتنی بڑی ہے؟'
جواب : 'نہیں، کرسی سے چھوٹی ہے۔'
چوتھا بچہ : 'کیا وہ مڑ سکتی ہے؟'......

آخر میں اس چیز کا درست اندازہ لگ چکنے کے بعد کچھ بچوں کو اپنے سوالوں کے جوابات پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ رنگ بھورا نہیں، مٹی جیسا تھا۔ ایسی حالت میں باریک فرق دیکھ پانے میں استاد کو بچوں کی مدد کرنی ہوگی۔

4

جو کہا وہ کرنا

بچوں سے کہیے کہ وہ دھیان سے سنیں اور جو بتایا جائے اسے کریں۔ پہلے بالکل آسان ہدایات دیجیے اور پوری جماعت سے اس پر ایک ساتھ عمل کرنے کو کہیے۔

مثالیں:

'اپنا سر چھوئیے۔'

'اپنی داہنی آنکھ بند کرو۔'
'اپنے سر پر تھپکی دو۔'

جماعت کو دو گروہوں میں بانٹ دیجیے۔ آپ پہلے گروہ کو ہدایات دیں گے اور اس گروہ کے بچے دوسرے گروہ کو وہی یا ملتی جلتی ہدایات دیں گے۔ دھیرے دھیرے اپنی ہدایات کو پیچیدہ بنایئے۔ مثال کے طور پر:

'دونوں ہاتھوں سے اپنا سر چھوؤ، پھر داہنے ہاتھ سے اپنا داہنا کان چھوؤ۔'
'دونوں آنکھیں بند کرو، اپنے پڑوسی کو چھوؤ، اس سے کہو کہ اپنا بایاں ہاتھ تمھیں دے۔'

جب ایک گروہ کے بچے دوسرے گروہ کو ہدایات دے رہے ہوں تو یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر سنی ہوئی چیزوں کو دہرائیں۔ نئی ہدایات تخلیق کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

5

موازنہ

ایک جیسی نظر آنے والی چیزوں کے جوڑے بنایئے، جیسے دو درختوں کی پتیاں، الگ الگ پودوں کے پھول، پتھر، مختلف شکلوں میں کاٹے گئے کاغذ کے ٹکڑے۔ بچوں سے کہیں کہ وہ ان جوڑوں میں سے کسی ایک چیز کے بارے میں آپ کی وضاحت کو غور سے سنیں، اور اس وضاحت کی بنیاد پر یہ اندازہ لگائیں کہ آپ کس چیز کا ذکر کر رہے ہیں۔ مثال:

'میں جس پتی کے بارے میں سوچ رہا ہوں، وہ لمبی اور چکنی ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں۔'

یہ عمل کچھ دیر تک جاری رکھنے کے بعد، چیزوں کو چننے اور وضاحت کرنے کا کام بچوں کو سونپ دیجیے۔ ہر بار یہ عمل دہراتے وقت چیزیں بدل دیجیے۔ ہر بار وضاحت کے لیے اور باریک خصوصیات کا انتخاب کیجیے۔

6

یہ تم نے کیسے بنایا؟

بچوں کو کاغذ، کپڑے، یا دوسری دستیاب اشیاء سے چیزیں بنانا سکھایئے۔ کاغذ کی ناؤ، ہاتھ کی کٹھ پتلی یا دھاگے کی شکلیں بنانا اچھا رہے گا۔ انھیں بنانے کا مظاہرہ کرتے وقت خوب تفصیل سے وضاحت کرتے جایئے اور بچوں سے کہیے کہ وہ ساتھ ساتھ خود بھی وہی چیز بناتے جائیں۔ جیسے، اگر آپ کاغذ کی ناؤ بنا رہے ہیں تو ایک ایک قدم واضح کرتے جایئے: 'کاغذ کو آدھا موڑو۔ اب کونوں کو اندر کی طرف موڑ دو، بچی ہوئی کاغذ کی پٹی کو اٹھا دو۔'

بچے جب چیز بنانا سیکھ جائیں تو ان سے بنانے کے پورے عمل کو بتانے کو کہیے۔ اگلی بار مختلف گروہوں کو الگ الگ چیزیں بنانے کو دیجیے اور ہر گروہ سے کہیے کہ وہ دوسروں کو سمجھائے کہ انھوں نے وہ چیز کیسے بنائی ہے۔

7

کر کے دکھانا

پہلا مرحلہ : ایسے دس پندرہ کاموں کا انتخاب کر لیجیے جنھیں بچے روزانہ دیکھتے ہیں۔ مثالیں: جھاڑو لگانا، کیلا چھیلنا، برتن مانجھنا، سبزی کاٹنا، دو بھری ہوئی بالیٹاں اٹھا کر چلنا۔ چپکے سے ہر بچے کے کان میں بتا دیجیے کہ آپ نے اس کے لیے کون سا کام چنا ہے۔ پھر ہر بچہ باری سے سامنے آئے اور اپنا کام کر کے دکھائے۔ باقی بچوں کو یہ اندازہ لگانا ہے کہ اس نے کیا کر کے دکھایا۔

دوسرا مرحلہ : اس عمل کو تھوڑا پیچیدہ بنایئے اور ایسے کاموں کا انتخاب کیجیے جن میں چار یا پانچ بچوں کی ضرورت ہو۔ بچوں کے گروہ بنا دیجیے اور ہر گروہ کو مجموعی طور پر کسی کام کا مظاہرہ کرنے کو کہیے۔ بڑے بچوں کے ساتھ یہ عمل کرتے وقت کاغذ کے پرزوں پر لکھ کر دیجیے کہ انھیں کیا کرنا ہے۔

8
تصویر کا تجزیہ

پانچ پانچ بچوں کا گروہ بنائیے اور ہر گروہ کو ایک تصویر دے دیجیے۔ یہ عمل شروع کرنے سے پہلے استاد کو ساری تصویروں کا بغور مطالعہ کر لینا چاہیے اور ردِ عمل کی سطحوں کے مطابق سوالات تیار کر لیجیے (ردِ عمل کی سطحوں کے لیے برائے مہربانی صفحہ نمبر 21اور 22 دیکھیے) اس طرح ہر گروہ کے لیے استاد کے پاس پانچ سوالات ہوں گے۔

تصویر کا جائزہ لینے اور اس پر آپس میں بات چیت کرنے کے لیے کم سے کم پانچ منٹ بچوں کو دیجیے۔ بچوں کو ایک سے پانچ تک ترتیب وار رکھیے اور اسی ترتیب سے پانچوں سوالات پوچھیے۔

یہ سوال بچوں سے الگ الگ، غیر رسمی بات چیت کے لیے بھی کارآمد ہیں۔ اس عمل کو دو چار بار دہرانے کے بعد آپ نئے نئے سوال آسانی سے بنا سکیں گے۔ لیکن شروع میں پہلے سے تیاری کر لینا ہی بہتر ہوگا۔

9
صحیح تصویر پہچاننا

یہ عمل اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب آپ کے پاس بچوں کے ادب کی کئی کتابیں، خاص طور سے تصویروں والی کتابیں موجود ہوں۔

بچوں کے جوڑے بنا دیجیے۔ وہ آمنے سامنے دو لائنوں میں بیٹھیں۔ ایک لائن کے بچے کتابوں میں سے دیکھ کر کوئی ایک تصویر منتخب کر لیں۔ اب اس لائن کا ہر بچہ اپنے سامنے بیٹھے بچے کو تصویر دکھائے بغیر اس تصویر کی وضاحت کرے گا۔ وضاحت کرنے کے بعد وہ کتاب بند کر کے سامنے والے بچے کو دے دے اور اب اس بچے کو دی گئی تفصیل کی بنیاد پر تصویر ڈھونڈنی ہوگی۔

دونوں لائنیں کتابوں کا تبادلہ کرتے ہوئے اس سرگرمی کو جاری رکھیں۔ یہ عمل ذرا مختلف طریقے سے دیوار پر ٹنگی تصویروں کی مدد سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

10
کہانی بنانا

ڈبوں کے ڈھکن، کپڑوں کے ٹکڑے، ٹوٹی ہوئی چوڑیاں، منجن کے خالی ٹیوب، چھوٹے چھوٹے پتھر، پتیاں، ٹب وغیرہ جیسی فالتو چیزیں جمع کر لیجیے، پانچ یا چھ چیزوں کے ڈھیر بنا کر پانچ پانچ بچوں کے ہر گروہ کو ایک ڈھیر دے دیجیے۔ ہر گروہ کو ایک جگہ بیٹھ کر ڈھیر میں موجود چیزوں پر بات چیت کرنی ہے۔ اس کا مقصد پندرہ۔ بیس منٹ میں ایک کہانی تیار کرنا ہے۔ سارے گروہوں کے واپس آنے پر ہر گروہ میں سے ایک بچہ کہانی سنائے گا۔ اگر گروہ کے دوسرے لوگ اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو انھیں خوشی سے ایسا کرنے دیجیے۔

اس عمل کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ آپ کے بچوں کو کہانیاں سننے کا کتنا تجربہ ہے۔ نیز یہ کہ کیا وہ کہانیاں بنانے کے عادی ہیں؟ کسی بھی عام تجربے کو ایک چھوٹی، دلچسپ کہانی کی طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی چیز کسی کہانی کا نقطۂ آغاز بن سکتی ہے۔ اگر آپ ایک استاد کی حیثیت سے اس طرح کی قوتِ فکر کا مظاہرہ کریں گے تو جلد ہی آپ کے بچے بھی اسے حاصل کر لیں گے۔

11
تم کہاں رہتے ہو؟

بچے دو لائنوں میں آمنے سامنے بیٹھتے ہیں۔ ایک لائن 'بتانے والوں' کی ہے، دوسری 'سننے والوں' کی۔ بتانے والی لائن میں بیٹھے ہر بچے کو سننے والوں کو یہ سمجھانا ہے کہ وہ اپنے گھر کیسے جاتا ہے۔ اچھی طرح سمجھنے کے لیے سننے والا جتنے سوال چاہے کر سکتا ہے۔ مثال:

بتانے والا: 'سیدھے جا کر مڑ جاؤ۔'

سننے والا : 'کتنی دور تک سیدھے جانا ہے؟'

بتانے والا : 'کوڑے کے ڈھیر تک جاؤ۔ وہاں سے مڑنا ہے۔'

سننے والا : 'داہنے مڑنا ہے یا بائیں؟'

بتانے والا : 'داہنے ...نہیں، نہیں، مجھے سوچنے دو...'

جب بھی بتانے والوں کی باری ختم ہو جائے تب سننے والے بتانے والے بن جائیں اور پھر سے شروع کریں۔

اس سے ہمیں کیا حاصل ہوا؟

یہاں دی گئی تمام سرگرمیوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنے آس پاس کی دنیا سے تعلق قائم کرنے کی بچے کی صلاحیت کا فروغ ہو۔ حالانکہ ہماری توجہ کا مرکزی نکتہ بات چیت ہے، لیکن دراصل بچوں کے فرغ کے نظریے سے ان کا میدان بہت وسیع ہے۔ اس وسیع میدان میں نئی معلومات حاصل کرنے کے لیے سوالات کا استعمال کرنے، محدود معلومات کی بنیاد پر ہوشیاری سے اندازہ لگانے، چیزوں سے ایک سے زیادہ سطحوں پر تعلق قائم کرنے، تخلیقی وضاحتیں کرنے کی صلاحیتیں شامل ہیں۔ کچھ سرگرمیاں ایسی ہیں جو ایک سے زیادہ ذرائع میں کام کرنے کا موقع دیتی ہیں یعنی الفاظ اور تصویریں۔ ایسا موقع خیالی اور حقیقی علامتوں کو جوڑنے کی صلاحیت کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ایک قاری کی حیثیت سے بچے کے فروغ میں یہ ایک اہم تعاون ہوگا۔

ان سرگرمیوں اور ان کے ساتھ ان تمام سرگرمیوں کو، جنھیں آپ فوراً اختراع کریں گے، اگلے دو ابواب، 'پڑھنا اور لکھنا'، میں دی گئی سرگرمیوں سے جوڑنے کے کئی کارآمد نکتے آپ کو آسانی سے نظر آئیں گے۔ یہ زیادہ پیچیدہ صلاحیتیں بلاشبہ بچے کے لسانی ذخیرے کتنا ہی وسیع کرتی ہوں، بات چیت ہمیشہ دنیا سے رشتہ جوڑنے کا بنیادی وسیلہ رہے گی۔ اس لیے جب بچے پڑھنا لکھنا سیکھ لیں، تب بھی بات چیت پر منحصر سرگرمیاں جاری رہنی چاہئیں۔

3

پڑھنا

چھوٹے بچوں کے استادوں کو جن تمام مطالبات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں پڑھنا سکھانا شاید سب سے بڑا اور مشکل مطالبہ ہے۔ یہ سب سے مشکل اس لیے ہے کیونکہ پڑھنا کوئی معمولی استعداد نہیں ہے۔ اس میں کئی مہارتوں کے مجموعے اور فوقی صلاحیتیں شامل ہیں۔ پڑھنا سکھانے کا کوئی ایک بے چوک طریقۂ کار نہیں ہے۔ ہر طریقۂ کار کی اپنی حدیں ہوتی ہیں اور استاد کو کوئی واضح طور پر یہ نہیں بتا سکتا کہ موجودہ صورتحال میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر بھی پڑھنے کی تعلیم ایک ہیجان انگیز کام ہے کیونکہ بچے کی زندگی کا بہت کچھ اس پر منحصر ہوتا ہے، اور جب ایک بار بچہ پڑھنے اور کتابوں سے کامیابی کے ساتھ متعارف ہو جاتا ہے تو پھر اس کی حصولیابیوں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

تو اصل بات یہ ہے کہ پڑھنے کی تعلیم 'کامیابی' کے ساتھ کیسے دی جائے۔

یہاں پر ہمیں ایک لمحے کے لیے رک کر اپنے اردگرد پھیلی ناکامیوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ لاکھوں بچے ہر سال پڑھنا سیکھتے ہیں، لیکن ان میں سے ایک بڑی تعداد پڑھنے کی پائیدار استعداد حاصل نہیں کر پاتی۔ ان میں سے کئی اسکول کے امتحانات پاس کر لیتے ہیں، لیکن پڑھنے میں دلچسپی کو فروغ نہیں دے پاتے۔ اسی طرح اکثر بچے اچھی طرح پڑھ لیتے ہیں لیکن دراصل اسے زیادہ سمجھ نہیں پاتے۔ بڑی حد تک ان ناکامیوں کا الزام

ہم پڑھنے کی خراب تعلیم کو دے سکتے ہیں۔

کسی بھی استاد کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ پڑھنے کی صحت مند استعداد بچے کے مجموعی فروغ میں کیا کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ بہت کم اساتذہ یہ مانتے ہیں کہ 'پڑھنے کی صحت مند استعداد' کسے کہیں گے اور اس کی نشو ونما کیسے کی جاسکتی ہے۔ اس باب میں پڑھنے کی صحت مند استعداد ہم ان مہارتوں کو مانیں گے جو لکھی یا چھپی ہوئی زبان کو معنی سے جوڑنے میں بچے کی مدد کرتی ہیں۔ جب تک ایک بچہ کسی پڑھی ہوئی چیز کو سمجھنے یا اسے پہلے سے معلوم کسی چیز سے جوڑنے میں ناکام رہتا ہے تب تک ہم اس کی پڑھنے کی استعداد کو صحت مند نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے، اس کتاب کے سیاق میں، پڑھنے کی تعریف ہم لکھے ہوئے الفاظ میں معنی تلاش کرنے کے عمل کی حیثیت سے کریں گے۔

فی الحال صورت حال یہ ہے

اگر ہم یہ تعریف منظور کرلیں تو جلد ہی یہ دیکھیں گے کہ بچوں کے کھیل اسکولوں (کنڈرگارٹن) اور ابتدائی اسکولوں میں ہورہی لاتعداد چیزوں سے ہم مطمئن نہیں ہوسکتے۔ مثال کے طور پر حروف تہجی کو رٹنا یا کسی کہانی کو لفظ بہ لفظ زور سے دہرانا ہماری تعریف کے مطابق پڑھنے کی تعلیم کے لیے اطمینان بخش سرگرمیاں نہیں ہیں۔ ایسا کرتے وقت بچے لکھی ہوئی زبان کو کسی معنی سے نہیں جوڑ پاتے۔ حروف تہجی کا الگ سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اگر کسی کہانی کے الفاظ کو ایک ایک کرکے پڑھا جائے تو اس کا کوئی خاص مطلب نہیں نکلے گا۔ اس طرح کہانی سے تعلق قائم کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ دلیل دے سکتے ہیں کہ یہ سرگرمیاں بھلے ہی فوری طور پر معنی خیز نہ ہوں، لیکن آگے چل کر یہ معنی کے ساتھ پڑھنے کی بنیاد فراہم کرسکتی ہیں۔ شاید اس دلیل میں تھوڑی بہت سچائی ہو۔ لیکن اسی سچائی کا اطلاق اسی وقت ہوگا جب سارے بچے اسکول میں اتنی مدت تک رکیں کہ وہ معنی کے ساتھ پڑھنا سیکھ لینے کا موقع پاسکیں۔ ان

بچوں کے بارے میں بھی سوچنا ضروری ہے، جو ایک آواز کو درجنوں بار دہرانے، حروف کی نقل اتارنے، الفاظ کو الگ الگ زور سے بولنے سے بری طرح اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بچوں کو ایسی سرگرمیوں سے دلچسپی ہوتی ہے جن کا پھل فوراً ملتا ہو۔ بہت آگے چل کر فائدہ حاصل ہونے کی امید تھوڑے ہی بچوں کو مطمئن کرسکتی ہے اور کئی بچوں کے لیے تو مستقل اسکول میں رہنے کا بھی موقع نہیں رہتا۔ تمام دوسری وجوہات کے ساتھ ساتھ شروع سے ملی مایوسی اور ناکامی، اسکول سے ان بچوں کی کنارہ کشی کا سبب بن جاتی ہے۔

اس طرح، جس بنیادی سوال کا ہم سامنا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ: پڑھنے کی ابتدائی تعلیم کو بامعنی کیسے بنائیں؟ آگے کے صفحات میں استادوں کے کرنے لائق کچھ چیزوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو لوگ پرانے طریقۂ کار کے عادی ہیں، انھیں یہ چیزیں ایک دم حیران کن یا ناممکن معلوم ہوں گی۔ لیکن اگر پرانے طریقۂ کار ٹھیک ہوتے تو ہمیں نئے طریقۂ کار کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ہمیں نہ صرف نئے طریقۂ کار کی بلکہ ایک بالکل ہی نئے تناظر کے استعمال کی ضرورت ہے کیونکہ پرانے طریقۂ کار ٹھیک سے کام نہیں کررہے ہیں۔

شروعات کتابوں سے

فلیش کارڈ، چارٹ یا لکڑی کے حروف جیسی چیزوں کے مقابلے میں پڑھنے کی شروعات کتابوں سے کرنا کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصد تو آخر یہی ہے کہ بچے آگے چل کر کتابیں پڑھ سکیں۔ چارٹ اور کارڈ جیسی چیزیں بھی کبھی کبھی کارآمد ہوسکتی ہیں لیکن ان سے بچے کو اپنی حصولیابی کا ویسا احساس نہیں ہوسکتا جیسا، کسی کتاب کے پڑھنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن پہلے ہمیں واضح طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ ہم کس طرح کی کتابوں کی بات کررہے ہیں، اور انھیں کس طرح استعمال کرنا ہے۔ پڑھنا سکھانے کے لیے کارآمد کتابیں وہی ہیں جن کا ذکر گذشتہ باب میں بات کرنے کے تحت آچکا ہے۔ اگر

آپ بچوں کے ادب کی تقریباً بیس کتابیں جمع کرسکیں تو آپ اپنے بچوں کے لیے پڑھنے کی نئی ہدایات کی شروعات کرسکتے ہیں۔ ان بیس کتابوں کے ساتھ جنھیں آپ خرید سکتے ہیں، آپ خود بھی کتابیں تیار کرسکتے ہیں۔ واضح حروف میں ہاتھ سے لکھی اور تصویروں کے خاکوں (جنھیں بچے بناسکتے ہیں) سے سجائی گئی کوئی بھی اچھی کہانی آپ کے کتابوں کے ذخیرے میں ہمیشہ کے لیے شامل ہوسکتی ہے۔ اسی طرح آپ نظموں، گیتوں اور بچوں کے اپنے کھیل گیتوں کا مجموعہ بھی بناسکتے ہیں۔

بچوں کا کتاب پڑھ کر سنانا

اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیے کہ بچے دس سے زیادہ نہ ہوں اور فرش پر آپ کے گرد بیٹھے ہوں۔ جب ایک گروہ آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، اس وقت باقی بچوں کو کوئی اور کام دینا ضروری ہے۔ آپ کے پاس بیٹھے بچوں میں سے ہر ایک کو کتاب کے صفحے آسانی سے نظر آنے چاہئیں۔ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، اسے پڑھتے وقت اپنے خاص انداز میں بھی تبدیلی کرتے جائیے۔ کچھ کتابوں میں کہانی یا کوئی اور چیز بہت تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی ہوتی ہے۔ ایک لمبی کہانی کو جوں کا توں پڑھ دینے سے کام نہیں چلے گا۔ کہانی آپ کو اتنی اچھی طرح آنی چاہیے کہ آپ اسے مختصر کرکے اپنے الفاظ میں سنا سکیں۔ اس کے برعکس اگر ہر صفحے پر ایک یا دو لائنیں ہی لکھی ہیں تو آپ مزید تفصیلات جوڑ سکتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ تصویر میں دی گئی تفصیلات بچوں کو دکھائیے اور ان پر اطمینان سے بات کیجیے۔

'پڑھنا کیا ہے؟

جو لوگ پڑھ نہیں سکتے ان کے لیے پڑھنا ایک معمہ ہے۔ تیس برس پہلے ماہرین کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ جب بچہ پڑھنا سیکھتا ہے تو وہ دراصل کرتا کیا ہے؟ اپنے تجربے اور روایت کی بنیاد پر استادوں نے کچھ طریقۂ کار اپنا رکھے تھے۔ جیسے 'حروف تہجی' طریقۂ ر، 'دیکھو اور کہو' طریقۂ کار، لفظ وغیرہ۔

ان میں سے کوئی بھی طریقۂ کار پڑھنے کے عمل کی معلومات پر مبنی نہیں تھا۔ پھر بھی یہ طریقۂ کار آج تک مقبول ہیں۔

اب ہم یہ جانتے ہیں کہ پڑھنے کے عمل میں منقش اطلاعات کے نمونے شامل ہوتے ہیں۔ ہماری آنکھیں جب حروف، رموز اوقاف، الفاظ میں حروف کے جوڑوں اور الفاظ کے درمیان چھوڑی گئی جگہوں کا معائنہ کرتی ہیں تو ہمارا ذہن ان منقش تفصیلات پر پوری طرح سے دھیان نہیں دیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو چھوٹی چھوٹی اطلاع پر غور کرنے کی ذہنی استعداد پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا اور اکثر لوگ جس رفتار سے پڑھتے ہیں وہ ناممکن ہوجاتا۔ روایتی طریقۂ کار سے پڑھنا سیکھنے والے کئی بچوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ ہر لفظ کو حروف کی چھوٹی اکائیوں میں توڑتے ہیں اور اس طرح الفاظ کے معنی حاصل کرنے کی ذہنی استعداد پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ ایک باصلاحیت قاری کی آنکھیں ایسا بوجھ نہیں پڑنے دیتیں کیونکہ وہ متن میں دستیاب منقش (گرافک) اطلاعات کے ایک محدود اور منتخب حصے کو ہی لیتی ہیں۔ ایک باصلاحیت قاری کسی حرف کی پوری شکل پر دھیان نہیں دیتا ہے، نہ ہی وہ ایک لفظ کے سارے حروف یا ایک جملے کے سارے الفاظ پر دھیان دیتا ہے۔ پڑھتے وقت اس کی آنکھیں منقش تفصیلات کے ایک چھوٹے سے حصے پر غور کرتی ہیں۔ باقی حصہ وہ سمجھدار اندازوں یا پیشین گوئی کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، جس کی بنیاد حروف کی شکلوں، الفاظ، ان کے معنی، ان کے جوڑ اور عام دنیا سے قاری کے پہلے سے موجود تعارف پر ہوتی ہے۔ پڑھنا ایک تنہا عمل نہیں ہے۔ اس میں کئی عمل شامل ہوتے ہیں۔ پڑھتے وقت زبان کے کسی بھی استعمال سے جڑے تین طرح کے اشارے ہمارے ذہن میں آتے ہیں:

(i) تحریری اشارے یا حروف کی شکلیں اور ان سے جڑی آوازیں۔،

(ii) نحوی اشارے یا الفاظ کی ترتیب (جیسے صفت کا اسم سے پہلے آنا)،
(iii) معنوی اشارے یا الفاظ کے معانی۔
زبان کا استعمال کرتے کرتے ہم ان تینوں طرح کے اشاروں سے جڑی کچھ توقعات کے عادی ہوجاتے ہیں۔ یہ توقعات ہی اندازے یا پیشین گوئی کی بنیاد پر منقش علامتوں کا وہ حصہ پورا کرنے میں ہماری مدد کرتی ہیں، جسے ہماری تیز رفتار آنکھوں نے نظر انداز کردیا تھا۔

اس طرح کتاب پڑھتے وقت سوال پوچھنا یا کسی دوسری طرح سے بچوں کا امتحان لینا ٹھیک نہیں ہے۔ کہانی ختم ہوئی، تو ہوئی، اب کوئی دوسری سرگرمی شروع کیجیے۔ بچے خود کچھ کہنا یا پوچھنا چاہیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن ایک استاد کی حیثیت سے آپ کتاب پڑھ کر سنانے کے مواقع کو سوالوں سے دور رکھیں۔

اگر ہر بچے کو ہفتے میں تین بار اس طرح کتاب سننے کا موقع ملے تو آپ دیکھیں گے کہ بچے جلد ہی آپ کی پڑھی ہوئی کتابوں پر بات کرنا شروع کردیں گے۔ ایک کتاب کو آپ یا بچے جتنی مرتبہ چاہیں، دہرائیں آپ جلد ہی پائیں گے کہ بچے تصویروں اور کہانی سے اتنے مانوس ہوجائیں گے کہ وہ آپ کے پڑھنے کا اندازہ لگاسکیں گے۔ اسی اندازے کے سہارے وہ ایک دن کتاب کو خود پڑھ سکیں گے۔ اس وقت تک انھیں کتاب کی ساری باتوں کا علم ہوچکا ہوگا اور وہ ان چیزوں سے طرح طرح کے تعلقات بنا چکے ہوں گے۔ جب وہ کتاب کو پڑھیں گے، تو اکثر ایک صفحے پر دیے گئے سارے الفاظ یا الفاظ کے سارے حروف جانے بغیر، وہ اس سے معانی کی کئی سطحوں پر جڑ سکیں گے۔

نظمیں سنانا اور گانا

اگر آپ نے پچھلے صفحے پر دیے گئے چھوٹے سے مضمون 'پڑھنا کیا ہے؟' کو پڑھا ہے تو

آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ اندازہ لگانے کی استعداد پڑھنے کے عمل میں ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ اس استعداد کے فروغ میں نظم ایک حیرت انگیز تعاون کرسکتی ہے۔ مستقل طور سے نظمیں سن کر چھوٹے بچے زبان کے بنیادی ڈھانچوں سے واقف ہوجاتے ہیں۔ نظم اس کے لیے خاص طور سے کارآمد اس لیے ہے کیونکہ اسے یاد رکھنا آسان ہوتا ہے۔ نظم یاد رکھنے کے لیے چھوٹے بچوں کو کوئی خاص محنت نہیں کرنی پڑتی۔ بار بار سننے، لطف اندوز ہونے اور دہرانے سے نظم اپنے آپ یاد ہوجاتی ہے۔

استاد کے لیے اہم سوال یہ ہے کہ 'اچھی نظموں کا انتخاب کیسے کریں اور انھیں کہاں تلاش کریں؟' زیادہ تر نصابی کتابوں میں دی گئی نظمیں اکثر بہت سطحی قسم کی ہوتی ہیں اور زبان کے فروغ کے نقطۂ نظر سے ان کی قدر بہت کم ہوتی ہے۔ اسی طرح ہندی ماہناموں میں شائع ہونے والی نظمیں بھی بے قیمت ہوتی ہیں۔ درسی کتابوں اور رسالوں کی زیادہ تر نظمیں ایک سطحی معنی میں اخلاقی اور بور ہوتی ہیں۔ ان کے جملوں کی ساخت اور فرہنگ مصنوعی ہوتے ہیں۔ ان میں روزمرہ کی زبان کا استعمال نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زبان سیکھنے کے وسائل کی شکل میں خاص کارآمد نہیں ہوتیں۔

بچوں میں پڑھنے کی استعداد کی بنیاد ڈالنے کے لیے بالکل مختلف قسم کی نظمیں چاہئیں۔ ایسی کچھ نظمیں اگلے صفحات پر دی گئی ہیں۔ ایسی نظمیں یقینی طور پر سبھی ہندستانی زبانوں میں مل سکتی ہیں، لیکن اساتذہ کو خود ایسی نظمیں تلاش کرنے کے لیے کافی محنت کرنی پڑے گی۔ زبان کے قدرتی اور کھیل جیسے استعمال کے لیے انھیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی۔ نیز، محض اخلاقی سبق دینے والی نظموں سے دور رہنا ہوگا۔ ایک کام جو کوئی بھی استاد آسانی سے کرسکتا ہے، وہ ہے بچوں کے ان گیتوں کو لکھ کر رکھنا جنھیں وہ مختلف کھیل کھیلتے ہوئے جیسے، اچھلنا، رسّی کودنا اور گیند سے کھیلتے وقت گاتے ہیں۔ یہ کھیل گیت روایتی ہیں اور انھیں شہروں میں تلاش کرنا کچھ مشکل ہوگا، لیکن تھوڑی کوشش کرکے ہم ایسے گیتوں کا اپنا مجموعہ خود تیار کرسکتے ہیں۔ مجموعہ ایک یا کئی چھوٹی کتابوں کی شکل لے سکتا ہے، جن میں ہر صفحے پر ایک گیت خوب صورت حروف میں لکھا ہو اور ساتھ میں

ہاتھ سے بنائی یا رسالے یا کسی اور ذریعے سے کاٹی گئی کوئی تصویر ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تصویر گیت میں کہی گئی بات کو ہو بہ ہو پیش کرتی ہو۔ اتنا کافی ہے کہ تصویر میں گیت کی کوئی کیفیت یا اس سے کسی طرح جڑا کوئی منظر ظاہر ہوتا ہو۔ آپ اس طرح کی کئی کتابیں تیار کر سکتے ہیں۔ تقریباً 16 صفحات کی یہ کتابیں سادے کاغذ سے بن سکتی ہیں۔ اگر آپ خرچ اٹھا سکیں تو ڈرائنگ کے کاغذ سے بنی کتاب زیادہ چلے گی اور آپ کو ہر سال وہی کتاب نہیں بنانی پڑے گی۔

نظم کی کتابیں پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو دوسری کتابیں پڑھنے کا ہے، یعنی بچوں کو اپنے چاروں طرف بیٹھائیں اور کتاب کو بیچ میں رکھیں۔ دو تین بار پڑھنے کے بعد آپ کتاب کے بغیر نظم کو گا کر سنائیں اور بچوں سے کہیں کہ وہ آپ کے ساتھ گائیں۔ اگر نظم اچھے معیار کی ہوئی تو وہ جلد ہی اسے یاد کر کے گا سکیں گے۔ بعد میں جب وہ اسے کتاب سے پڑھیں گے تو الفاظ کا آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے۔ چھ سال کے بچے ایک پوری نظم کاغذ یا سلیٹ پر مزے سے اتار سکتے ہیں۔ اگر تب تک وہ انھیں یاد ہو چکی ہوں تو کچھ ہی دنوں میں نظم کے الفاظ پہچاننے میں انھیں کوئی خاص پریشانی نہیں ہوگی۔

.1

چھوٹی سی بلّو   چھوٹا سا بستہ
ٹھونسا ہے جس میں   کاغذ کا دستہ
لکڑی کا گھوڑا   روئی کا بھالو
چورن کی شیشی   آلو کچالو
لٹّو بھی اس میں   رسّی بھی اس میں
ڈنڈا بھی اس میں   گلّی بھی اس میں
اے پیاری بلّو   یہ تو بتاؤ
کیا کام کرنے   اسکول جاؤ

باہر نکالو   لکڑی کا گھوڑا
یہ لٹّو رسّی   یہ گلّی ڈنڈا
بستے میں رکھو   اپنی کتابیں
منھ نہ بناؤ   اسکول جاؤ
اے پیاری بلّو   اے پیاری بلو

— ابن انشاء

.2

گھنٹی بولے ٹن ٹناٹن
کہتی ہے کیا غور سے سن
چھوٹے بڑے سب باہر آؤ
اٹھنی چونی ہاتھ میں لاؤ
اودے سرخ اور سبز عنابی
نیلے پیلے ہرے گلابی
ان رنگوں کے نظارے لے لو
گیس بھرے غبارے لے لو
خوشیوں کے چٹخارے لے لو
گیس بھرے غبارے لے لو

— آزاد جالندھری

3

ہاتھی بھائی ہاتھی بھائی
تم نے کیسی صورت پائی
کالا کالا رنگ تمھارا

الٹا ہے ہر ڈھنگ تمھارا
تم ہو اتنے بھاری بھرکم
چلنے میں ہوتی ہے دھم دھم
کان بڑے ہیں آنکھیں چھوٹی
ٹانگیں کتنی موٹی موٹی
دکھلانے کے دانت الگ ہیں
اور کھانے کے دانت الگ ہیں
ایسی لمبی ناک تمھاری
جیسے کوئی لاٹ ہو بھاری

— حیدر بیابانی

4

اب وقت نہیں ہے پڑھنے کا
اب وقت نہیں ہے پڑھنے کا
اب کھیل کوئی ہم کھیلیں گے
یا بازاروں میں گھومیں گے
اب وقت نہیں ہے پڑھنے کا
ہر دم پڑھنا بیماری ہے
یا پھر اس کی تیاری ہے
یہ کہتی دنیا ساری ہے
ہے کھیل میں آگے بڑھنے کا
یہ وقت نہیں ہے پڑھنے کا

— عادل اسیر

5

منا صبح سویرے اٹھا
جلدی سے تیار ہوا
بستہ لیا اسکول چلا
علم کا وہ متوالا ہے
سب کے دل کا اجالا ہے
اس کا ہر اک کام بھلا
منا صبح سویرے اٹھا
بستہ لیا اسکول چلا

— ضیاء الحسن ضیا

6

اودی گھٹائیں چھا جاتی ہیں
ٹھنڈی ہوائیں بل کھاتی ہیں
رم جھم پانی برساتی ہیں
دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں
بھیگی بھی دیکھو چھایا ہے
بارش کا موسم آیا ہے
پیڑ نکھر جاتے ہیں نہا کر
کتنا سہانا ہے ہر منظر
کچی راہوں میں ہے کیچڑ
دھوم مچی ہے ساگر ساگر

قدرت کی کیسی مایا ہے
بارش کا موسم آیا ہے

— حافظ کرناٹکی

7

کیا بازار سے آئے ہیں
پاپا گڑیاں لائے ہیں
چابی کی وہ ریل ہے دیکھو
چھک چھک چلتی ہے وہ بچو
ہے یہ کھلونا ربڑ کا
اپنا بچپن یاد آئے
میرے کھلونے ہائے ہائے

— احمد حسین

8

منا بولا امی! امی!
کاٹ رہی ہے مجھ کو گرمی
جلد کوئی تدبیر بتاؤ
گرمی سے میری جان چھڑاؤ
امی بولیں نہ رو بیٹا
لے لو مجھ سے ایک رپیّا
کھالو قلفی ٹھنڈی ٹھنڈی
جائے گی پھر تم سے گرمی

— صفیہ سلطانہ

9

میں بادل ہوں کالا بادل جیون میرا ایسا
اِدھر اُدھر آکاش کے اوپر گھوموں ہاتھی جیسا
آسمان کی اونچائی سے دیکھوں دھرتی ساری
تپتی مٹی، گرم ہوائیں، سوکھی سوکھی کیاری
بوڑھے بچے سب کی زباں پر پانی پانی پانی
ان کی خاطر پیش کروں میں کیوں نہ کوئی قربانی
ننھی بوندیں بن کر ٹوٹوں قطرہ قطرہ برسوں
ساری دھرتی تر کر ڈالوں چپہ چپہ برسوں

— مصباح الدین طاہر

10

وہ دیکھو بچو! وہ آم آیا
وہ دیکھو بچو! وہ آم آیا
پھیری والا آم ہے لایا
لے لو بچو لے لو آم
کھٹے میٹھے لے لو آم
آم بڑے ہیں مزے دار
مزے دار اور ذائقے دار ☆

— شانزہ مجی

☆ ان نظموں کے انتخاب میں بچوں کے رسائل اور ملک بک ڈپو، دہلی وقومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے شائع ہونے والے بچوں کے ادب سے مدد لی گئی ہے۔ مترجم

کتابیں بنانا اور انھیں پڑھنا

کلاس میں (اسکول میں ہی نہیں) کتابیں رکھنا بے شک اچھی بات ہے، لیکن یہ کتابیں بنانے کا بدل نہیں ہوسکتا۔ بچوں کو پڑھنا سکھانے کے لیے سب سے اچھا مواد استاد ہی تیار کرسکتا ہے۔ یہ مواد ہر بچے کے لیے الگ سے بھی تیار کیا جاسکتا ہے اور مجموعی طور پر بھی۔ اس مواد کا اہم ذریعہ وہ تمام سرگرمیاں ہیں جن کی بات ہم کر چکے ہیں، جیسے کہانیاں سنانا اور پڑھنا، تصویروں پر گفتگو کرنا، نظمیں گا کر سنانا وغیرہ۔ خام مواد، یعنی کاغذ کیسا بھی ہوسکتا ہے۔ اگر بچوں کے پاس کاپیاں ہیں تو انھیں ہی نیچے سمجھائے گئے طریقے سے کتابوں میں بدلا جاسکتا ہے۔ اگر استاد یا اسکول کاغذ خریدنے کے اہل ہوں، سادہ بھی اور ڈرائنگ کا بھی، تو کئی دوسری چیز میں بھی ممکن ہیں۔

شروعات پانچ برس کے آس پاس کبھی بھی ہوسکتی ہے، اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کلاس کے سارے بچے کبھی ایک ساتھ یا ایک رفتار سے پڑھنا شروع نہیں کرسکتے۔ فرق کافی بڑا ہوسکتا ہے۔ کچھ بچوں میں پانچ برس کی عمر میں ہی بہت دلچسپی اور اہلیت ہوسکتی ہے۔ یہ بچے سات برس کی عمر تک پڑھنے کی استعداد اچھی طرح حاصل کرلیں گے۔ دوسری طرف کچھ بچوں کو آٹھ برس کی عمر میں بھی دقت محسوس ہوسکتی ہے۔ ایسے استادوں کو، جو اپنے بچوں کو قریب سے جانتے ہیں، ان مختلف رفتاروں کی تشویش نہیں ہوگی۔ اسے صرف اتنا کرنا ہوگا کہ ہر بچے کی پیش رفت پر غور کرے اور کچھ بچوں کی خاص پریشانیوں کا خیال رکھے۔ یہ ایک مشکل کام ہے اور جہاں بچوں کی تعداد زیادہ ہو، وہاں تو یہ ناممکن ہے۔ وہاں صرف محدود کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے۔

کہانیوں، نظموں، تصویروں وغیرہ سے متعلق سرگرمیوں سے نکلی بات چیت سے ہر ایک بچے کے لیے ایک لفظ یا جملہ منتخب کرلیجیے اور اسے بچے کی کاپی یا ایک کاغذ پر صاف صاف لکھ دیجیے۔ یہ ضروری ہے کہ لفظ یا جملہ اس کہانی یا تصویر کی نمائندگی کرتا ہو جس کے سیاق میں بات چیت ہوئی تھی۔ اس طرح بچوں کے لیے اس کا کوئی فوری معنی

نکلے گا۔ آپ نے ہر بچے کے لیے جو لکھا ہے اسے پڑھ کر سنائیں۔ پھر بچے سے کہیں کہ وہ آپ کی لکھاوٹ کو نیچے اتارے یا اس پر لکھے۔☆ روزانہ جب آپ بچے کو ایک نیا لفظ یا جملہ لکھ کر دیں تو پچھلے مواد کو ضرور دہرائیں۔ بچے سے کہیے کہ پچھلے الفاظ یا جملوں کو پڑھ کر سنائے اور جب اسے دقت ہو تو آپ پڑھ کر سنائیے۔ ساتھ ہی جب روز نیا جملہ لکھنے اور پرانے جملے سننے کے لیے بچے کے ساتھ بیٹھیں تو جملوں کو تھوڑا پھیلا کر ان پر بات چیت کرنا نہ بھولیں۔ مثال کے طور پر، اگر ایک پرانا جملہ کتے کے بارے میں ہے تو اس طرح کے ایک دو سوال پوچھیے کہ وہ کتا کہاں گیا تھا؟ یا آج صبح وہ کہاں ہے؟ آخری بات یہ ہے کہ بچے کے پڑھنے میں چھوٹی چھوٹی غلطیاں نہ نکالیے۔ مثال کے طور پر اگر جملہ ہے 'بارش آئی' اور بچے نے پڑھا 'بارش ہوئی' تو اس غلطی کو ٹھیک کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سے جملے کے مفہوم کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔

کلاس کی ہر کاپی ڈھیرے ڈھیرے خیالات یا کہانیوں کی ایک کتاب بن جائے گی۔ آپ جب بچے کی تحریر روزانہ دیکھیں گے تو پائیں گے کہ الگ الگ حروف میں اسے ایک جیسی مشکل نہیں ہوتی۔ کچھ حروف یا نشانات زیادہ توجہ مانگتے ہیں اور ان کی مشق اسی صفحے پر جتنی بار چاہے کی جاسکتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو بھی زبان آپ لکھا رہے ہیں، اس کے حروف تہجی کے ہر ایک حرف کو لکھنے اور پہچاننے میں بچہ ماہر ہو جائے۔

کچھ لوگ سوچتے ہیں، اور شاید انھوں نے آپ کو بتایا بھی ہو، کہ ہندی حروف تہجی انگریزی سے بالکل مختلف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہندی کی 'ماترائیں' الگ سے لکھنا ضروری ہیں اور شروع میں بچوں کو صرف ایسے تھوڑے سے الفاظ دیے جانے چاہئیں جن میں کوئی 'ماترا' نہیں لگتی۔ یہ نظریہ ایک خیال پر مبنی ہے اور یہ قطعی ضروری نہیں کہ ہر استاد اس نظریے سے متفق ہو۔ ایک زبان کی حیثیت سے 'ماترائیں' ہندی کا حصہ ہیں اور اس بات کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ چھوٹے بچوں کو 'ماتراؤں' سے دور رکھا جائے۔ پڑھنے

☆ لکھنے سے پہلے ہاتھ کی حرکتوں کو فروغ دینے کے لیے اگلا باب، خاص طور سے 'بات اور تحریر کے درمیان' عنوان کے تحت حصے کو دیکھیں۔

کے بامعنی متن میں 'ماتراؤں' کو لکھنے یا آگے چل کر تحریر میں 'ماتراؤں' کے استعمال کی خاص مشق کرانا دوسری بات ہے۔

معنی اور آوازیں

حروف تہجی کے بجائے بامعنی اکائیوں، جیسے الفاظ، جملوں یا کسی کہانی سے شروعات کرنا اہم ہے۔ جب بچے بصری طور پر متن سے مانوس ہوجائیں، اور وہ اس کا مفہوم سمجھنے لگیں، تو اس کے اجزاء پر غور کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے۔ اس طرح، اگر ہم پہلے الفاظ کے ایک مجموعے یا کسی آسان کہانی کو تشکیل دینے والے چھوٹے جملوں سے مانوس ہونے میں بچوں کی مدد کریں، تو پھر بعد میں ہر لفظ میں استعمال ہونے والے حروف اور ان کی مختلف آوازوں کی طرف بھی ان کی توجہ مبذول کر سکتے ہیں۔ بصری آگہی سے مراد یہ ہے کہ بچے لفظ کو ایک عکس کی طرح لیں گے۔ اس طرح کی بصری یادداشت کی مدد سے لاتعداد الفاظ کو پڑھنے کا موقع آگے کی پڑھائی کے لیے حیرت انگیز طور پر خوداعتمادی اور تحریک پیدا کرتا ہے۔ بعد میں بچے لفظ میں استعمال ہونے والے حروف اور ان کی نمائندگی کرنے والی آوازوں کو شناخت کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ ایک بار جب وہ ان الفاظ کو، جنھیں انھوں نے پہلے بصری آگہی کی مدد سے پڑھنا سیکھا تھا، اس ڈھنگ سے تجزیہ کرنا سیکھ لیں گے۔ تب وہ ان دونوں طریق کاروں کو جوڑ سکیں گے اور ایک آسان متن کو خود سے پڑھ سکیں گے۔ یہاں سے ان کی پیش رفت اس بات پر منحصر ہوگی کہ پڑھنے کے لیے انھیں کس قدر مواقع حاصل ہوتے ہیں اور پڑھنے کو ایک مقبول اور تفریحی سرگرمی بنانے کے لیے استاد کس قسم کا ماحول پیدا کرتا ہے۔

کچھ سرگرمیاں

ایک بار پھر، یہاں پر جو سرگرمیاں دی جارہی ہیں وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں

کہ پڑھنا سیکھنے کے عمل کو پرلطف بنانے کے لیے آپ کیا کیا چیزیں کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں پر وضاحت کی گئی ہے، وہ بچوں کی پیش رفت کی مختلف سطحوں سے متعلق ہیں، لیکن تھوڑی سے محنت اور تبدیلی کرکے انھیں کسی بھی عمر یا سطح کے مطابق بنایا جاسکتا ہے۔

1

فرش پر نقشہ

اگر آپ کی کلاس میں فرنیچر نہیں ہے تو اچھا ہے، نہیں تو بچوں کو برآمدے، پچھواڑے یا کسی اور کھلی جگہ میں لے جائیے، جہاں وہ آسانی سے گھوم پھر سکیں۔ دوڑنے، چلنے، ایک پیر سے کودنے، ایک قدم چھوڑ کر کودنے، گھوڑے کی طرح کودنے، لمبے ڈگ بھرنے، آدھا قدم لینے، الٹے چلنے، اور بغل چال کے لیے الگ الگ علامتیں منتخب کرلیجیے۔ خیال رہے کہ علامتیں بہت آسان ہوں اور آسانی سے یاد کی جاسکیں۔ مثال کے طور پر:

دوڑنے کے لیے: ←

ایک قدم چھوڑ کر کودنے کے لیے:

اب جس جگہ آپ یہ سرگرمی کررہے ہیں اس کے ہر کونے کے لیے ایک علامت متعین کردیجیے۔ بچوں کو سمجھا دیجیے کہ کس علامت کا کیا مطلب ہے۔ پہلی بار یہ عمل کرتے وقت تین یا چار علامتوں سے زیادہ نہ لیجیے، ورنہ بچے کچھ دقت محسوس کریں گے۔

شروع کرنے کے لیے کوئی بھی کونا چن لیجیے۔ بچوں کو بتائیے کہ اس کونے میں پہنچ کر انھیں فرش پر بنی علامت کے مطابق کام کرنا ہے۔ علامتیں مٹی میں ہاتھ سے بنائی جاسکتی ہیں یا وہاں پتھر یا گتے کا ٹکڑا رکھ کر رنگ سے بنائی جاسکتی ہیں۔

جب ہر بچے کو تین چار بار حصہ لینے کا موقع مل چکا ہو، تب علامت کی جگہ اس سرگرمی کا نام صاف حروف میں لکھ دیجیے۔ جیسے جیسے بچے علامتوں سے مانوس ہوتے جائیں ان کی تعداد بڑھاتے جائیے۔ ہر بار جب وہ کلاس روم میں واپس آئیں تو ان سے تختہ سیاہ پر باہر کی جگہ کا نقشہ بنانے کے لیے کہیے، جس میں یہ دکھایا گیا ہو کہ انھوں نے کس جگہ پر کیا کیا۔

2

حروف تہجی کو بانٹنا

حروف تہجی کو تین حصوں میں بانٹیے اور ہر حصے کو بڑے حروف میں کاغذ کی ایک لمبی پٹی پر لکھ دیجیے۔ تینوں حصوں کو دیوار پر تھوڑی دوری پر چپکا دیجیے، ایسی جگہ جہاں وہ ہر بچے کو آسانی سے نظر آسکے۔ ہندی جیسی زبان کے لیے، 'ماتراؤں' کو ایک چوتھی پٹی پر لکھیے۔

اب تختہ سیاہ پر ایک لفظ لکھیے۔ بچوں سے کہیے کہ وہ اس لفظ کے حروف اور نشانات غور سے دیکھ کر انھیں دیوار پر لگی پٹیوں میں شناخت کریں۔

3

سائنس کی شروعات

روزمرہ کی چیزوں کے بارے میں بات چیت کرنے کے لیے کچھ موضوعات منتخب کر لیجیے۔ مثال کے طور پر 'اڑنے والی چیزیں'، 'گول چیزیں'، 'چپٹی چیزیں'، اور 'تیرنے والی چیزیں'۔

اس طرح بنائے گئے کسی ایک موضوع کا نام تختہ سیاہ پر لکھیے، پھر اسے پڑھ کر سنائیے اور بچوں سے کہیے کہ وہ اس موضوع کے تحت شامل کی جاسکنے والی دو تین

چیزوں کے نام بتائیں۔ مثال کے طور پر، 'اڑنے والی چیزوں' کے تحت بچے پتنگ، ہوائی جہاز، چڑیا اور بادل بتا سکتے ہیں۔

4

لفظوں کا ہاپو ٹاپو

زمین پر ہاپو ٹاپو کے کھیل جیسے ایک یا کئی چوکور خانے بنائیے۔ ہر خانے میں روزمرہ کی چیزوں جیسے گلاس، چمچہ، گھر، پیڑ کے نام لکھ دیجیے اور ساتھ میں اس چیز کی ایک چھوٹی سی علامت بنا دیجیے۔

بچوں کو پانچ پانچ کے گروہ میں بانٹ کر ہر گروہ میں ایک بچے کو ریفری بنا دیجیے۔ ریفری کا کام ہے کسی خانے میں ایک پتھر پھینکنا اور ہر بچے کی چال کا جائزہ لینا۔ کھیلنے والوں کو ہر خانے میں پیر رکھتے وقت اس پر لکھی چیز کا نام پڑھ کر سنانا ہے اور پتھر والے خانے کے اوپر سے گذر جانا ہے۔

اس کھیل کو کھلاتے وقت ریفری کا کام ہر بار کسی نئے بچے کو دیجیے۔

5

جو پڑھا وہ کرنا

جو بچے پڑھنا سیکھ چکے ہیں انھیں یہ بھی سیکھنا ضروری ہے کہ پڑھنے کا تعلق کرنے سے ہے۔ اس سرگرمی میں استاد تختہ سیاہ کے پاس خاموش کھڑا رہتا ہے اور بولنے کی جگہ پر چھوٹی چھوٹی ہدایتیں تختہ سیاہ پر لکھتا جاتا ہے۔

ہر بچے کو اس کا نمبر پتہ ہونا چاہیے اور ہر بار تختہ سیاہ پر ہدایت لکھتے وقت ساتھ میں کسی بچے کا نمبر بھی لکھ دیں۔ مثال کے طور پر، آپ لکھ سکتے ہیں:

'اٹھو، ایک پتھر لے کر آؤ۔ 10 -' اس ہدایت کا مطلب ہے کہ 10 نمبر کے بچے کو اٹھ کر باہر جانا ہے اور ایک پتھر لے کر آنا ہے۔ اب اگلی ہدایت ہو سکتی ہے:
'10 نمبر سے پتھر لے کر اسے اپنے داہنے گھٹنے کے پاس رکھو۔ 5-'

دھیرے دھیرے ہدایات کو اور پیچیدہ بناتے جائیں۔ پیچیدہ ہدایات اس طرح کی ہو سکتی ہیں کہ بچہ دیوار پر ٹنگا پوسٹر دیکھ کر کوئی خاص چیز تلاش کرے، یا اسپتال کا راستہ بتائے، یا اسکول کے باہر لگے پیڑوں کی تعداد گن کر بتائے وغیرہ۔

6

پچھلا لفظ، اگلا لفظ

اس سرگرمی کے لیے بچوں کے ادب کی کتابوں کی معقول تعداد ہونا ضروری ہے۔ کتابیں بچوں میں اس طرح بانٹیے کہ ہر بچے کو کوئی ایسی کتاب ملے جسے وہ آسانی سے پڑھ سکے۔ بچوں سے کہیے کہ وہ کتاب کو کسی بھی جگہ سے کھولیں اور داہنا صفحہ دیکھیں۔ کیا اس صفحے کے آخر میں وقف لازم آتا ہے؟ اگر ہاں، تو کوئی دوسرا صفحہ کھولیں۔

اب بچے خاموشی سے داہنے صفحے کو پورا پڑھ جائیں۔ آخر تک پہنچ کر رک جائیں اور اگلا صفحہ نہ الٹیں۔

ہر ایک بچے سے پوچھیے کہ وہ اندازے سے بتائے کہ اگلے صفحے پر پہلا لفظ کیا ہوگا؟ جب وہ اپنا اندازہ بتادے تب اس سے صفحہ الٹ کر دیکھنے کے لیے کہیے کہ اندازہ درست تھا یا نہیں۔ درست اندازے پر باقی بچے تالی بجا سکتے ہیں۔ جب سب کی باری آ چکے تو اب بائیں صفحہ سے دوبارہ شروع کیجیے۔ اس بار ہر بچے کو یادداشت کی بنیاد پر یہ بتانا ہے کہ پچھلے صفحے کا آخری لفظ کیا تھا۔

7

تین سوال

بچوں کو دو گروہوں میں بانٹ کر لائن سے آمنے سامنے بٹھائیں۔ ہر بچے کو ایک کتاب دے کر اسے کہیں سے بھی کھولنے کو کہیے۔ داہنا صفحہ پورا پڑھ کر بچہ اپنے سامنے بیٹھے بچے کو کتاب دے دے۔ اب اس بچے کو وہی صفحہ پڑھنا ہے، جو ابھی اس کے ساتھی نے پڑھا ہے۔ پڑھ کر وہ اپنے سامنے بیٹھے بچے سے تین سوالات کرے گا، جسے اس کے ساتھی کو جواب دینا ہوگا۔

شروع شروع میں بچے سوال پوچھنے میں دقت محسوس کر سکتے ہیں۔ انھیں آپ سوالوں کی مثالیں دے کر بتائیے۔ آپ انھیں ان کے پڑھنے کی بنیاد پر سوالات تیار کرنے کی تربیت دے سکتے ہیں۔

8

بے ترتیب نظم

یہ بہت پیچیدہ سرگرمی ہے، اس لیے اس کی تیاری بہت دھیان سے اور کافی پہلے کرنی ہوگی۔ ایک بار آپ نے تیاری کر لی تو اسی مواد کو بار بار استعمال میں لا سکتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ اس کام میں کتنا لطف آتا ہے۔

چار چار لائنوں کی کئی نظمیں منتخب کیجیے۔ کوشش یہ کیجیے کہ چاروں لائنیں ہم قافیہ ہوں۔ جتنے بچے ہیں اتنی ہی نظمیں ہونی چاہئیں۔ اب مان لیجیے کہ آپ 20 بچوں میں یہ سرگرمی کرنے والے ہیں تو 20 نظموں کی پہلی لائن الگ الگ کاغذ پر لکھ لیجیے۔ اب ہر کاغذ پر دوسری لائن کسی اور نظم کی لکھیے اور اسی طرح تیسری اور چوتھی لائن الگ الگ نظموں کی لکھیے۔ آخر میں آپ کے پاس 20 کاغذ ہوں گے، جن پر الگ نظموں

سے لی گئی چار لائنیں لکھی ہوں گی۔

بچے ایک دائرے میں بیٹھیں گے۔ شروع کرنے کے لیے، بچوں کو بتائیے کہ ان کے کاغذ پر لکھی نظم کی لائنیں بے ترتیب ہوگئی ہیں۔ ہر بچے کو تین لائنیں تلاش کرنی ہیں، جو اس کے کاغذ پر دی گئی پہلی لائن سے ملتی ہو۔

پہلے بچے سے کہیے کہ وہ اپنے کاغذ پر لکھی دوسری لائن پڑھ کر سنائے۔ باقی بچے دھیان سے سنیں اور سوچیں کہ کیا یہ لائن ان کے کاغذ پر دی گئی پہلی لائن سے ملتی ہوئی ہے۔ جس بچے کو ایسا لگے وہ اپنا ہاتھ کھڑا کرے اور لائن مانگے۔ اگر استاد کو لگے کہ مانگ درست ہے تو بچہ یہ لائن لکھ لے اور جس بچے نے یہ لائن دی ہے، وہ اپنے کاغذ پر یہ لائن کاٹ دے۔ اب اگلا بچہ اپنی دوسری لائن پڑھے۔ اس طرح یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہے، جب تک ہر بچے کو درست تیسری لائن نہ مل جائے۔

9
ردِّعمل

تصویر دیکھ کر پیدا ہونے والے ردِّعمل کی سطح اور ان سطحوں سے جڑے ہوئے سوال، جن پر گفتگو صفحہ نمبر 22,21 پر ہو چکی ہے، کہانیوں اور نظموں جیسے ادبی مواد کے لیے بھی قابل عمل ہیں۔

جب آپ بچوں کو کہانیاں، رسائل یا کتابیں پڑھنے کو دیتے ہیں تو صفحہ 22,21 پر دیے گئے نمونوں کی بنیاد پر سوال بھی بنالیں۔ جب بچے پڑھ چکیں تو آپ ان سوالوں کی مدد سے بچوں کے ردِّعمل کی بنیاد پر مباحثہ ترتیب دے سکتے ہیں۔ لیکن ہر بار کوئی چیز پڑھنے کے لیے دیتے وقت ایسا نہ کریں۔ ممکن ہو تو ہفتے

میں ایک دن ایسا رکھا جا سکتا ہے، جب اس ہفتے میں پڑھی گئی چیز پر گفتگو ہو۔ بچوں کے ردِّعمل کی جانچ نہ کیجیے۔ نہ ہی کبھی ظاہر کیجیے کہ کوئی ردِّعمل غلط تھا۔ ہر ردِّعمل اپنی جگہ درست ہے، وہ بھی جس میں پڑھے گئے مواد کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہو۔ ردِّعمل کیسا بھی ہو وہ پڑھے گئے مواد سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے بچے کے طریقے کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد کی پڑھائیوں پر ایک بالکل مختلف اور شاید زیادہ درست وضاحت کرنے کے لیے بچے کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔

شروعات کے بعد

یہاں پیش کی گئی سرگرمیوں کی بنیاد پر آپ کئی اور نئی سرگرمیاں اور نئے مواد تیار کر سکتے ہیں۔ ایک استاد کی حیثیت سے آپ جلد ہی پائیں گے کہ جن بچوں نے یہاں دیے گئے طریقوں سے پڑھنا سیکھا ہے، وہ ہر طرح کے مواد میں دلچسپی لیں گے اور انھیں سمجھنے کے قابل ہوں گے۔ یہاں تک کہ اخبار کا پرانا پھٹا ہوا ٹکڑا بھی ایک پہیلی کی طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پھاڑ کر اور بچوں سے یہ کہہ کر کہ ان ٹکڑوں میں دیے گئے ادھورے جملے پڑھ کر سارے ٹکڑوں کو جوڑیں، آپ پرانے اخبار کا استعمال ان مہارتوں کو فروغ دینے کے لیے کر سکتے ہیں، جن کی ایک اچھے پڑھنے والے کو ضرورت ہوتی ہے۔ ان مہارتوں میں ہوشیاری سے اندازہ لگانا، مفہوم کو متن سے جوڑنا اور اپنے اندازے کی جانچ کرنا شامل ہیں۔

بچے کے پڑھنا سیکھ لینے کے بعد استاد کا کام یہ ہے کہ بچے کو پڑھنے کا استعمال مختلف مقاصد کے کرنے کے لیے اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ ہمارے کئی ابتدائی اسکولوں میں پڑھنے کا استعمال مختلف مقاصد کے کرنے کے لیے حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ پڑھنے کا تعلق صرف نصابی کتابوں اور امتحانات سے وابستہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ نئی معلومات حاصل کرنے کے لیے پڑھنے، ذاتی دلچسپیوں کے فروغ کے لیے

پڑھنے اور خوشی کی خاطر پڑھنے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ پڑھنا بچے کی شخصیت کے مجموعی فروغ کا حصہ نہیں بن پاتا۔ اس کے نتیجے میں بچہ پڑھنا سیکھ کر بھی پڑھنے والا نہیں بن پاتا۔ یہ ایک بڑی ناکامی ہے لیکن استاد چاہے تو اسے ٹال سکتا ہے۔

4

لکھنا

لکھنا ایک طرح کی بات چیت ہی ہے۔ جب ہم لکھتے ہیں تو کسی سے گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اکثر وہ شخص ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی باتیں ہم کسی اطلاع، خیال یا یادداشت کو محفوظ رکھنے کے لیے لکھتے ہیں۔ لیکن اس رول میں بھی، تحریر کو اپنی ذات سے کی جانے والی گفتگو کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر میں اپنے آج کے تجربے کو ایک ڈائری میں لکھوں تو شاید میں ان تجربوں کو کسی اور دن پڑھنے کی امید میں محفوظ رکھ سکوں گا۔

اس طرح، استاد کی حیثیت سے ہمیں تحریر کو بات چیت کی ایک شکل کے طور پر بچوں سے متعارف کرنا چاہیے۔ اسکول میں داخلہ لینے تک بچے کئی طرح کے لوگوں سے کئی طرح کے موضوعات پر بات کرنے کے اہل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی 'سامع حس' کا فروغ شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ حس لکھنا سیکھنے کے لیے بے حد کارآمد ہے۔ لیکن اس کا استعمال بچوں کو ایسے سامعین کے لیے کرنا ہوگا، جو ہمیشہ سامنے موجود نہ رہتے ہوں۔ کچھ قسم کے سامعین جیسے استاد یا دوسرے بچے یا خود پاس میں موجود ہو بھی سکتے ہیں۔ یہ استاد پر منحصر ہے کہ بچے لکھنے کو کسی سے خطاب یا کسی سے کچھ کہنے کی طرح لے

پاتے ہیں یا نہیں۔

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ آج لکھنا سکھانے کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے، ہم اس سے کسی بالکل مختلف چیز کی بات کر رہے ہیں۔ لاکھوں بچوں کو لکھنا ایک میکانکی ہنر کی طرح سکھایا جا رہا ہے۔ اس کی شروعات حروف تہجی کی شکلوں کو سکھانے سے کی جاتی ہے۔ بچوں سے ہر حرف کو درجنوں بار نقل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے، اور استاد ان اُتاری ہوئی شکلوں کو باریکی سے دیکھتا ہے۔ اس ڈھنگ سے اکثر اسکولوں میں پورے حروف تہجی کو ختم کرنے میں کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔ اس لمبے عرصے میں لکھنا سیکھنے کا کوئی بھی مقصد بچوں کے ذہن میں نہیں رہ جاتا۔ بعد میں جب ان سے کوئی لفظ لکھنے یا اور کچھ دنوں کے بعد جملے بنانے کے لیے کہا جاتا ہے، تو وہ استاد کا منھ دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ لکھیں کیا؟ مختصراً، وہ لکھنے کو اپنی کوئی بات کہنے کے ذریعے کے طور پر نہیں دیکھ پاتے۔ وہ لکھنے کو ایک رسم یا مشق کے طور پر دیکھتے ہیں، جسے انھوں نے اپنے استاد سے سیکھا ہے۔

اب اگر ہم اس صورتحال سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں لکھنے کو بات کی ایک توسیع کی طرح پیش کرنا ہوگا۔ اس طرح، دوسرے باب میں 'بات کرنے' کے تحت دی گئی سرگرمیاں لکھنے کی سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے بے حد کارآمد ہوں گی۔ بات چیت ہمیں کسی سامع کے سامنے چیزوں کو صفائی کے ساتھ پیش کرنے کا موقع دیتی ہے، اور اسی وجہ سے وہ لکھنا سکھانے کے لیے اتنی کارآمد ہے۔

بات اور تحریر کے درمیان

بچوں کو لکھنا سکھانے کی شروعات کرنے سے پہلے یہ یقین کر لیجیے کہ وہ سب اپنی زندگی اور آس پاس ہو رہی چیزوں کے بارے میں اعتماد کے ساتھ بات کرنے لگے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ:

1. ان میں اپنے تجربے اور خیالوں کو بانٹنے کی خواہش ہو، اور

2. اپنے تجربے کو بیان کرنے اور اپنے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی اہلیت ہو۔

یہ بچے لکھنا سیکھنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن الفاظ اور جملے لکھنے سے پہلے انھیں اور بہت کچھ کرنا ہوگا۔

کسی بھی زبان کو تحریر میں لانے کے لیے کاغذ پر پیچیدہ شکلیں بنانی ہوتی ہیں۔ حروف کی چھوٹی چھوٹی شکلوں کے باریک فرق دیکھ پانا اور یاد رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ لکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مجرد علامتوں کے ذریعے اپنے خیالات اور احساسات کو پیش کرنا آتا ہو۔ حروف تہجی دراصل مجرد علامتیں ہوتی ہیں۔ وہ مجرد اس لیے ہیں کہ ان کی شکل اور ان سے جڑی آوازوں کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر 'A' حرف کا 'A' کی آواز سے کوئی استدلالی تعلق نہیں ہے۔ بس ہم اسے 'A' کی شکل میں مان کر چلتے ہیں۔ جو بچہ انگریزی لکھنا سیکھنا چاہتا ہے اسے 'A' شکل میں قبول کرنا ہوگا اور اس کا استعمال معقول جگہ پر، دوسرے حروف کے ساتھ ملا کر یا انفرادی طور پر، کرنا سیکھنا ہوگا۔ اسے اس طرح کی کئی علامتوں کا عادی بننا پڑے گا۔

اوپر دی گئی صلاحیتوں کا فروغ ایک دن میں نہیں ہو سکتا۔ ان کو فروغ دینے کا سب سے اچھا طریقہ ڈرائنگ کا کاغذ اور رنگ خریدنے کا پیسہ کم ہی اسکولوں کے پاس ہوگا۔ اگر نیچے دی گئی چیزوں کا استعمال کیا جائے تو شاید بہت سارے اسکول ڈرائنگ اور پینٹنگ کا انتظام کر سکیں۔

- کوئلے کے ٹکڑے، چاک، سلیٹ، پنسلیں اور گیرو (Red sand stone)
- مقامی سطح پر دستیاب رنگوں کی دوسری قسمیں۔
- پرانے اخبار، استعمال کیے ہوئے کاغذ، پرانی کاپیاں یا کوئی دوسرا کاغذ۔
- پلاسٹک کے پیالے یا ڈبے۔

ان میں سے زیادہ تر چیزوں کو استاد دھیرے دھیرے کچھ برسوں کے دوران جمع کر سکتا ہے۔ اس فہرست میں جو ایک چیز شامل نہیں کی گئی ہے وہ ہے برش۔ اگر بچے

سوکھے رنگوں کا استعمال کریں تو برش کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر استاد چاہتا ہے کہ بچے رنگوں کو پانی کی مدد سے ملائیں، تو اسے موٹے برش حاصل کرنا ہوں گے۔ بہت چھوٹے بچوں کے لیے روئی کی مدد سے برش بنائے جاسکتے ہیں، لیکن ایسے برشوں کو چلانا اوران کی دیکھ بھال کرنا مشکل ہے۔ دوسری طرف اگر ٹھیک طرح کے برش ایک بار خرید لیے جائیں اور انھیں ہر بار استعمال کرکے احتیاط سے دھولیا جائے تو وہ لمبے عرصے تک چلیں گے۔

ڈرائنگ اور پینٹنگ بنانے کے لیے تمام انتظامات کون کرے گا؟ بچوں کو کاغذ کون دے گا، رنگ کون ملائے گا۔ جب رنگین پانی سے بھرا گلاس لڑھک جائے تو فرش کون صاف کرے گا؟ یہ سارے کام خود کرنے والا اور بچوں سے کوئی مدد نہ لینے والا استاد، ممکن ہے جلد ہی تھک جائے اور کچھ الجھن محسوس کرنے لگے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سرگرمیوں کو بند کردینے کا افسوسناک فیصلہ کر بیٹھے۔ اس امکان کو دور کرنے کے لیے ہر ایک استاد کو یہ طے کرلینا چاہیے کہ کاغذ پھیلانے، رنگوں میں پانی ملانے، تصویر بن جانے پر انھیں اکٹھا کرنے اور سارے برش دھوکر رکھنے کے کام میں وہ ہر ایک بچے کی مدد لے گا۔ یہ تربیت بچوں کی تعلیم کا ہی ایک حصہ ہے۔

بچے اپنی تصویروں میں بنائیں گے کیا؟ بات چیت اور اظہار کی خواہش کے فروغ میں اس سوال کی مرکزی اہمیت ہے۔ اس معاملے میں موجودہ صورتحال کو سمجھ کر اس سے الگ ہٹنا ہوگا۔ ایسے زیادہ تر اسکولوں میں جہاں کسی بھی قسم کی تصویر کشی ہوتی ہے، بچوں کو کمل کا پھول، پتنگ، کیلا یا ایسے ہی دوسرے لکیر کے فقیر قسم کے موضوعات یا چیزوں کی تصویر بنانے کے لیے دی جاتی ہے۔ کمل کا پھول بنانا کوئی غلط کام نہیں ہے، غلط یہ ہے کہ پانچ برس کے بچے کو استاد بتائے کہ اسے کیا بنانا چاہیے۔

استاد کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اختیار ہمیشہ اس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

وہ جو بھی کہے گا بچے اسے ایک حکم کی طرح لیں گے۔ اس لیے اگر وہ بچے سے ایک متعین چیز، جیسے کیلا، بنانے کو کہے تو بچہ اسے ایک حکم مانے گا۔ اس حکم سے وہ سمجھے گا کہ:

- استاد کو یہ معلوم ہے کہ مجھے اپنی تصویروں میں کیا بنانا ہے؛
- تصویر کشی میرے لیے ذاتی اظہار کا ذریعہ نہیں ہے؛
- میرے بنائے ہوئے کیلے کو استاد کی منظوری حاصل ہونی چاہیے، اسی میں میری کامیابی ہے۔

نرسری اور ابتدائی اسکولوں میں یہ نظارہ عام طور سے دیکھنے کو ملتا ہے کہ بچے تیلی پنسلوں کو بڑی مشکل سے پکڑ کر استاد کے حکم کی تعمیل کے لیے کمل کا پھول یا کیلا بنارہے ہیں اور اسے اطمینان بخش طریقے سے نہ بنا پانے کی وجہ سے بری طرح مایوس ہورہے ہیں۔ ابتدائی اسکولوں میں برش بھلے ہی نہ ہوں، لیکن اکثر اسکولوں میں یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ بچوں کے پاس ربڑ ضرور ہونے چاہیے۔ ربڑ کو بچے کمال حاصل کرنے کے اوزار کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایک بار کیلا بناتے ہیں، پھر اسے مٹاتے ہیں، کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ وہ ٹھیک نہیں بنا، اسے وہ پھر بناتے ہیں اور پھر مٹاتے ہیں، جب تک کاغذ پھٹ نہیں جاتا اور استاد بری طرح پریشان نہیں ہوجاتا۔ اس عمل میں انگلیوں کی حرکت کی مشق ضرور ہوجاتی ہے (جو لکھنے کی سمت میں ایک اچھا قدم ہے)۔ لیکن انھیں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا اطمینان نہیں حاصل ہو پاتا۔ اس طرح یہ پورا عمل فضول اور نقصان دہ بن جاتا ہے۔

تصویر کشی بچوں کی مجموعی نشو ونما میں، اور خاص طور سے زبان کے استعمال اور تحریر کے فروغ میں معاون ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ بچوں کو ان ذرائع کی جستجو میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اگر آپ تین چار برس کے بچوں کے ساتھ کام کررہے ہیں تو آپ کی اہم ذمے داری کاغذ اور رنگ فراہم کرنا اور پھر بچے کا کام پورا ہونے تک صبر کرنا ہے۔ ہمارے ملک میں استاد سے حکم لینے کی روایت رہی ہے، اس لیے بہت سے بچے آپ سے پوچھیں گے کہ وہ کیا بنائیں یا کیسے بنائیں۔ استاد سے حکم مانگنے کی جگہ خود اپنے خیالات

کے اظہار کے لیے تصویر کشی کے ذریعے کا لطف اندوز استعمال کرنے کی عادت آسانی سے نہیں پڑے گی۔ ایسی عادت تبھی پڑسکتی ہے، جب استاد متحمل ہو، حوصلہ افزائی کرنے والا ہو اور اپنا مقصد جانتا ہو۔

رنگوں کے ساتھ تصویر کشی ہاتھوں کی حرکت کو فروغ دینے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔ کئی دوسری سرگرمیاں اس مقصد کے حصول میں معاون ہوسکتی ہیں، جیسے ایک برتن سے دوسرے برتن میں پانی انڈیلنا، بیج جیسی چیزوں (خاص کر دالوں جیسے راجما، چنا، لوبیا) کو الگ الگ کرنا، چیزیں اٹھانا اور انھیں واپس رکھنا، اور چیزوں کو چھو کر ان کی شکلوں کو محسوس کرنا۔ کئی لوگ سوچتے ہیں کہ زیادہ تر گھروں میں ایسی سرگرمیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ بدقسمتی سے یہ درست نہیں ہے۔ کئی گھروں میں، اور ان میں غریب اور متوسط طبقے دونوں قسم کے گھر شامل ہیں، بچوں کو چیزیں چھونے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔ اکثر انھیں ایسی چیزیں چھونے کی اجازت نہیں ہوتی جو ٹوٹ سکتی ہیں، اس طرح، ایسی چیز جو بچے کو دھیان سے اٹھائے رکھنے کا تجربہ کراسکتی ہے، وہ اس کی پہنچ سے دور رکھی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں، بڑی مقدار میں بچے ایسے بنیادی تجربے سے محروم رہ جاتے ہیں، جو ان کے ہاتھوں کو بہت پہلے ہوجانا چاہیے تھا۔ اس کمی کا اثر لکھنے کی استعداد پر بھلے ہی بالواسطہ طور سے پڑے، لیکن پڑتا ضرور ہے۔ جو استاد اس کمی کو دور کرسکنے والی سرگرمیاں کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتا، اسے لکھنے کی استعداد سکھانے کے دوران سنجیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ تصویر کشی ان دقتوں کو دور کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

لکھنے کی شروعات

بچوں کی پیش رفت کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ ہر استاد کو خود لینا ہوگا کہ وہ کس وقت یا کس عمر سے لکھنا سکھانے کی شروعات کرے۔ یہ بھی دیکھ لیجیے کہ بچوں نے تصویر کشی کے ذریعے ہاتھوں اور انگلیوں کی حرکت میں ضروری لچیلا پن اور قابو حاصل کرلیا ہے یا نہیں۔ جو بچے کتابوں یا پڑھنے کی دوسری کسی چیز کے تعلق میں رہے ہیں، ممکن ہے وہ

خود ہی لکھنے کے مواقع کا مطالبہ کریں۔ اس سے استاد کا کام آسان ہوجائے گا۔ جب بچے خود کوئی مطالبہ کرتے ہیں تو یہ اس بات کا یقینی اشارہ ہے کہ وہ اس کام کو کرنا چاہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کام بہت مشکل ثابت ہو اور اس لیے وہ کچھ وقت کے بعد اپنا مطالبہ واپس لے لیں، لیکن وہ پھر کچھ دنوں کے بعد وہ مطالبہ ضرور کریں گے۔ بچے کئی چیزوں پر اسی طرح مہارت حاصل کرتے ہیں، اور لکھنا اس سے کوئی مختلف چیز نہیں ہے۔

جب آپ لکھنے کی تعلیم شروع کرنے کا فیصلہ کریں تو سب سے پہلے بچوں سے پوچھیں کہ وہ آپ سے کیا لکھوانا چاہیں گے؟ اگر آپ لکھنے کے عمل کا استعمال اپنی بات چیت میں کرتے رہے ہیں، تو انھیں آپ کی بات سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ لیکن اگر انھیں یہ نہیں معلوم ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں تو آپ کو کوئی دوسرا طریقہ اپنانا پڑے گا۔ آپ ان سے کچھ چیزوں کے نام بتانے کو کہیے، جیسے ان کی پسند کے جانور، ان کی پسندیدہ کھانے کی چیزیں، چلنے والی چیزیں، ایسی چیزیں جن سے انھیں ڈر لگتا ہے ☆ وغیرہ۔ بچوں کو بتائیے کہ آپ ہر بچے کی کاپی میں یا فرش پر ایک لفظ لکھیں گے، اور اس لیے ہر بچہ آپ کو کوئی مختلف لفظ بتائے۔ بچوں سے کہیے کہ وہ اس لفظ کو اس کے ٹھیک نیچے اتاریں یا پہلے اسی کے اوپر لکھیں۔ لکھنا سیکھنے کے لیے فرش ایک اچھا ذریعہ ہے۔ آپ اس پر بڑے بڑے حروف میں لکھ سکتے ہیں۔ فرش پر لکھنا سستا بھی ہے کیونکہ آپ کو صرف چاک یا کوئلہ یا کوئی مقامی رنگ خریدنا ہوگا۔ پریشانی صرف یہ ہے کہ فرش کو بعد میں دھونا پڑے گا۔ اس کام میں اگر بچوں کو حصے دار بناسکیں تو لکھنا سیکھنے کے لیے ان کی خواہش میں مزید اضافہ ہوگا۔ کچھ والدین فرش کی دھلائی میں بچوں کی حصے داری کی مخالفت کرسکتے ہیں اور یہ استاد کو ہی سوچنا ہے کہ وہ ان کی مخالفت سے کس طرح پیش آئے۔ لکھنا سیکھنے کے لیے، بیشک صرف یہی طریقے نہیں ہیں۔ بچوں کے ساتھ کام کرنے والے لوگوں نے کئی دوسرے طریقوں کے بارے میں سنا ہوگا۔ ان میں سب

☆ اگر یہ مشورہ آپ کو کچھ عجیب لگتا ہے تو اس بات پر غور کیجیے کہ بچے کو جن چیزوں سے ڈر لگتا ہے ان چیزوں کی بچے کے لیے ایک جذباتی اہمیت بھی ہوتی ہے اور ایسی چیزیں آسانی سے یاد رہتی ہیں۔

سے عام طریقہ حروف تہجی لکھنا سکھانا ہے۔ چاہے ہم تختہ سیاہ پر بڑی شکلوں میں حروف تہجی لکھیں یا گتّے کے حروف کاٹیں یا بچوں سے ان کی ابتدائی کتاب سے نقل کرنے کو کہیں، ایک بات ہمیں ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ حروف تہجی کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا، اور اس لیے حروف تہجی پر زیادہ زور دینا تحریر کو بامعنی گفتگو کا ذریعہ سمجھنے سے بچوں کو بد دل کر سکتا ہے۔ لیکن جب ایک بار استاد الفاظ اور معانی کے درمیان کئی مضبوط پل بنا چکا ہو تو حروف تہجی کا تعارف بے حد کارآمد ہو سکتا ہے۔

حروف تہجی کو میکانکی ڈھنگ سے سکھانے کے علاوہ بھی کئی دوسرے طریقے ہیں۔ مثال کے طور پر، آپ لفظوں کی ایک لمبی فہرست بنا کر رکھ لیجیے اور ان میں سے ان تھوڑے سے الفاظ کو بچوں کے سامنے رکھیے، جو ایک ہی حرف سے شروع ہوتے ہوں۔ بچوں کا دھیان اس طرف دلائیے اور ان سے کہیے کہ اس سے ملتے جلتے اور حروف تلاش کریں۔ ہر بار اس سرگرمی کے وقت پچھلی بار کے الفاظ کو دہرائیے۔ دھیرے دھیرے جب ان کے عام استعمال کا ذخیرہ تیار ہو جائے پھر آپ انھیں مختلف موضوعات (جیسے لمبائی، جزو کلام، مواد) کی بنیاد پر تقسیم کر دیجیے اور ایک قسم کے الفاظ کو بڑے کاغذ پر لکھ کر دیوار پر چپکا دیجیے۔ کاغذ ایسی جگہ چپکائیے جہاں سے وہ سب کو صاف دکھ سکے۔ میں ایسی بات کا ذکر بھی نہ کرتا اگر میں ایسے کئی اسکولوں میں نہ گیا ہوتا جہاں تصویریں یا چارٹ بچوں کی پہنچ سے بہت اوپر ٹنگے رہتے ہیں۔ ایسی چیز جو بچوں کی نظر سے بہت اونچائی پر ٹانگی گئی ہو وہ نہ صرف بے کار جاتی ہے بلکہ اس سے بچوں کی توہین بھی ہوتی ہے۔

شروعات کے بعد

لکھنے کی تعلیم کا اصل چیلنج اس وقت شروع ہوتا ہے، جب بچے لکھنے کی بنیادی استعداد میں مہارت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ یہ چیلنج بچوں میں ان دو باتوں کو فروغ دینے کا ہے:

1. سامعین کا احساس، اور

2. اپنی بات پہنچانے کی خواہش

ان دو مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استاد کو ہر چھوٹی سے چھوٹی سرگرمی ترتیب دیتے وقت پائیدار تناظر کو سامنے رکھنا ہوگا۔ یہاں ایک بار پھر یاد رکھنا ضروری ہے کہ سامع حِس اور اظہار کی خواہش کا تعلق لکھنے اور بات چیت دونوں سے ہے۔ اس لیے بات چیت کی سرگرمیوں کا فائدہ تحریر کو ملے گا اور تحریری سرگرمیوں کا فائدہ بات چیت کو۔ سامع حِس کے لیے ضروری ہے کہ لکھتے وقت ہمارے ذہن میں کوئی واضح شخص ہو۔ اظہار کی خواہش کے لیے ضروری ہے کہ لکھنے کا کوئی واضح مقصد ہمارے سامنے ہو۔ بچے جو لکھتے ہیں، خواہ وہ الفاظ میں ہو، جملوں میں یا ایک چھوٹی کہانی ہو، وہ اکثر استاد کے لیے ہوتا ہے۔ سامع حِس کی توسیع کے لیے استاد مختلف سرگرمیوں میں الگ الگ سامعین کا مشورہ دے سکتا ہے۔ جیسے بغل میں بیٹھا بچہ، جماعت کا کوئی دوسرا فرد یا کسی دوسری جماعت کے بچے، اور والدین، وقفے میں اسکول آنے والا کتا، بس، پڑوسی، گاؤں یا شہر کے بچے، اس طرح کی تصوراتی چیزیں لکھنے کی مشق میں جان ڈال سکتی ہیں۔ بچے جیسے جیسے بڑے ہوں گے ان کی سامع حِس کی توسیع ہوگی اور اس میں سماج کے مختلف کاموں سے جڑے لوگ شامل ہوتے جائیں گے۔ استاد کو زبان کی ان خاص حکمتوں کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہیے، جن کا استعمال بچہ کسی خاص سامع تک پہنچانے کے لیے کر رہا ہے۔ اس طرح کے استعمالوں کا بڑھاوا دینا استاد کی ایک خاص ذمے داری ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم بچوں سے یہ بتانے کو کہیں کہ فلاں کتا انھیں کیوں اچھا لگتا ہے تو انھیں کوئی ایسی بات کہنے کا حوصلہ دینا ضروری ہے، جو کتے کی سمجھ میں آ سکے۔ کتے سے کہی جانے والی بات کا مواد اور انداز کسی دوست سے کہی جا سکنے والی بات سے مختلف ہوگا۔ کتے سے ہم کہہ سکتے ہیں، 'اچھے کتے، بیٹھ جاؤ' دوست سے کہہ سکتے ہیں، 'تم مجھے اچھے لگتے ہو کیونکہ تم میرے ساتھ کھیلتے ہو' کسی یقینی سامع کے لیے مواد کا انتخاب لفظوں، محاوروں اور جملوں کی ساخت پر اثر ڈالتا ہے۔ لیکن ہمیں الفاظ اور ساخت کو الگ سے سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب بچوں کو طرح طرح کے سامعین کے لیے لکھنے کا

موقع ملے گا تو وہ اپنے الفاظ اور جملے خود بخود موزوں کرنا سیکھ لیں گے۔ کہنے کے لیے بچے کے پاس کچھ ہے یا نہیں، یہ بات بچے کی شخصیت کے کئی پہلوؤں پر منحصر ہے۔ سب سے اہم پہلو ہے اپنے نظریات میں یقین ہونا۔ ایسا بچہ جس سے ان چیزوں کے بارے میں بات کرنے کے لیے کبھی نہیں کہا جاتا جو وہ دیکھتا ہے، یا ایسا بچہ جس کی باتوں کو ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے یا نکتہ چینی کی جاتی ہے، اس کے نظریات میں خود اعتمادی کے فروغ کی امید بہت کم ہوتی ہے۔ ایسا بچہ کچھ کہنے کے لیے دلچسپی بھی محسوس کرے یہ بھی ذرا مشکل ہے۔ جب ایسے بچے سے کچھ کہنے یا لکھنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اکثر اس کا جواب ہوتا ہے 'مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔' بچہ ہوسکتا ہے کہ اس طرح نہ کہے، لیکن وہ اس بات کا اظہار کردے گا کہ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ ایسے بچوں کے ساتھ کام کررہے ہوں تو آپ کے سامنے دوہرا چیلنج ہے کیونکہ آپ کو سب سے پہلے ان کے اندر خود اعتمادی اور دنیا کے تئیں ان کے نظریے کی درستگی کو دوبارہ پیدا کرنا ہے۔

استاد کا ردِعمل

ایک بار جب بچے لکھنا سیکھ لیں، اس کے بعد ان کی پیش رفت بہت کچھ استاد کے ردعمل پر منحصر ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے بہت سے ابتدائی اسکولوں میں استاد کے ردعمل کے طور پر بچے کو صرف اپنی قواعد یا ہجے کی غلطیوں کی درستگی حاصل ہوتی ہے۔ بچوں کی کاپیاں سرخ روشنائی سے کیے گئے سدھاروں سے رنگی رہتی ہیں۔ دوسری طرف جب بچہ ہر چیز ٹھیک لکھ کر لاتا ہے تو استاد صرف صحیح کا نشان لگا کر دستخط کردیتا ہے۔ یہ دونوں ہی ردعمل ادھورے اور نقصان دہ ہیں۔ بچے کی غلطیاں سدھارنے یا صحیح کا نشان لگانے کے علاوہ استاد کو بچے کی تحریر کے ردعمل میں کچھ نہ کچھ خود بھی لکھنا چاہیے۔ اسے پڑھ کر کیا آپ کو کسی بات کی یاد آئی؟ اگر بچے کا لکھا اچھا ہے تو کیوں؟ اس موضوع پر اور کچھ کیا لکھا جاسکتا تھا؟ کیا کسی نے ایک دم مختلف ڈھنگ سے لکھا ہے؟ تحریر پر اپنا ردعمل دینے کے ایسے سیکڑوں طریقے ہوسکتے ہیں۔ جس طرح بچے سے بات کرتے وقت،

آپ اس کی بات کو وسعت دیتے ہیں، اسی طرح بچے کی تحریر پڑھ کر آپ کو اسے وسعت دینا ہے۔ بچے کی کاپی پر ایک دو جملے لکھ کر آپ اسے اس بات کا ثبوت دیں گے کہ آپ تحریر کو ایک میکانکی عمل نہیں، ایک طرح کی گفتگو مانتے ہیں۔ آپ بھلے ہی قواعد کی مشق دیکھ رہے ہوں، آپ کوئی نہ کوئی دلچسپ اور ذاتی بات مختصر طور پر لکھ سکتے ہیں۔ یہ بات بچے کے لیے آپ کے دستخط سے زیادہ اہم ہوگی۔

غلطیاں درست کرنے کے لیے ان پر نشان لگانا ہی کافی نہیں ہے۔ اگر آپ غلطیوں کو صرف شناخت کرکے ان پر سرخ روشنائی سے نشان بنادیتے ہیں تو آپ بچے کی کمزوری کی مثالوں پر ہی زور دیتے ہیں۔ زیادہ ضروری یہ ہے کہ جہاں بچے کو کامیابی ملی ہے اسے تسلیم کریں اور جہاں غلطی ہوئی ہے وہاں اس کا بدل فراہم کریں۔ غلطی کو پہچاننے اور درست کرنے میں آپ بچے کی فعال مدد بھی لے سکتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی لفظ کے ہجے درست کرنے ہیں تو درست ہجے لکھ کر اس لفظ کو تین طرح کے ہجوں میں لکھ دیجیے اور بچے سے کہیے کہ درست ہجے پہچانے۔ اگر آپ غلطیاں پکڑنے میں بچے کو فعال بناتے ہیں تو اس کے اندر اپنی تحریر کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے کی صلاحیت کا فروغ ہوگا۔

کچھ سرگرمیاں

1

مانوس چیزیں

گھر میں روزانہ کام آنے والی چیزوں اور دوسری مانوس چیزوں کے مجموعے جیسے برتن، کپڑے اور گاڑیوں کے بارے میں بچوں سے بات کیجیے۔ بچوں سے کہیے کہ وہ ایک گروہ کے تحت آنے والی مختلف چیزوں کے نام بتائیں (جیسے برتنوں کے

تحت چمچے، کڑاہی، پیالے، وغیرہ) ایک گروہ میں آنے والی چیزوں کی فہرست تختہ سیاہ پر بنائیے۔ بچوں کو دو گروہوں میں بانٹیے۔ پہلے گروہ کا ہر بچہ فہرست میں سے کوئی ایک نام اپنی کاپی پر اتارے گا۔ جیسے کوئی بچہ لکھے گا 'چمچہ'، کوئی لکھے گا 'پیالی'۔ دوسرے گروہ کے بچے ایک ایک کر کے کوئی ایک چیز پہلے گروہ سے مانگیں گے۔ جس بچے نے اس چیز کا نام اپنی کاپی میں نقل کیا ہے، وہ اسے مانگنے والے بچے کے پاس جا کر بتائے گا کہ وہ لفظ اس نے کس طرح سے لکھا ہے۔

2

علامتیں جمع کرنا

آپ جہاں کہیں بھی رہتے ہیں، وہاں سے مختلف قسم کی علامتیں منتخب کر سکتے ہیں۔ گاؤں میں دیواروں پر لکھے نعرے، پوسٹر اور اشتہارات اس کے لیے کام آسکتے ہیں۔ بچوں سے کہیے کہ وہ گھر سے اسکول کے راستے میں نظر آنے والی علامتوں کی فہرست بنائیں۔ ساری علامتوں کو تختہ سیاہ پر لکھ کر ایک ایک کر کے بچوں سے پوچھیے کہ وہ علامتیں انھوں نے کہاں دیکھیں اور ان کا مطلب کیا ہے۔

3

الفاظ کی تکمیل

بچوں کے جوڑے بنا دیجیے۔ ایک بچہ کوئی لفظ لکھنا شروع کرے گا، اور دوسرا بچہ اسے پورا کرے گا۔ وہ اس وقت تک باری باری سے لکھتے رہیں گے، جب تک دونوں دس الفاظ کامیابی کے ساتھ نہیں لکھ لیتے۔

4

صرف ایک لفظ

پانچ پانچ بچوں کے گروہ بنائیے۔ ہر گروہ کے پاس ایک کاغذ یا کاپی اور ایک پنسل

ہوگی۔ ہر گروہ میں ایک بچے کو 'شروع کرنے والا' منتخب کر دیجیے۔

شروع کرنے والا اپنے من میں کوئی جملہ سوچے گا لیکن کاغذ پر وہ صرف ایک لفظ لکھ کر کاغذ اور پنسل گروہ کے اگلے بچے کو تھما دے گا۔ یہ بچہ بھی صرف ایک لفظ جوڑے گا۔ یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، جو پچھلے لفظ سے شروع ہوئے جملے کو آگے بڑھاتا ہو۔ اس طرح کاغذ گروہ میں گھومتا رہے گا جب تک جملہ پورا نہ ہو جائے۔

گروہ کا کوئی بھی فرد کسی بھی وقت یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جملہ کمزور ہو گیا ہے اور اس لیے اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر باقی بچے اس دعوے سے متفق ہوں تو کاغذ شروع کرنے والے کو واپس دے دیا جائے گا یا کسی دوسرے کا انتخاب کیا جائے گا جو نئے سرے سے کسی جملے کا پہلا لفظ لکھے گا۔

5

نقشہ بنانا

بچوں سے پوچھیے کہ وہ گھر کیسے جاتے ہیں۔ پہلے انھیں یہ بتائیے کہ آپ خود گھر کیسے جاتے ہیں، اور راستے میں ملنے والی دو یا تین چیزوں کی مختصر وضاحت کیجیے۔

جب سبھی بچوں کو اپنے گھر کا راستہ بتانے کا موقع مل چکا ہو تو ان سے کہیے کہ جو راستہ انھوں نے ابھی بتایا ہے اسے ایک نقشہ بنا کر دکھائیں۔ خود اپنے گھر کا راستہ تختہ سیاہ پر بنا کر دکھائیے۔ بچے جب اپنے نقشے بنانے میں مشغول ہوں تو ان کے پاس جا کر نقشے میں کسی ایک چیز، جسے وہ دکھانا چاہتا ہے، کا نام اس کے نیچے لکھ دیجیے۔ جیسے پیڑ، دوکان، ڈاک کا ڈبہ، وغیرہ۔ بچوں سے یہ نام نقشے کے نیچے اتارنے کے لیے کہیے۔

اگلی بار یہ سرگرمی کسی اور جگہ جانے کے راستے کو لے کر کیجیے، جیسے ''میرے دوست کا گھر'، 'سبزی منڈی'، 'اسپتال'۔ ہر مرتبہ نقشے میں لکھنے کے لیے الفاظ کی تعداد بڑھائیے۔

6

اردگرد کی جگہیں

یہ پچھلی سرگرمی کی ایک توسیع ہے، لیکن اس میں بچے اپنے آس پاس کی جگہوں کے نقشے بنائیں گے، نہ کہ وہاں پہنچنے کے راستے کے۔ مثال کے طور پر:

اسکول کا پچھواڑا

کلاس روم

قریبی تالاب یا ندی

نقشے میں دکھائی گئی کسی ایک چیز کا نام درست جگہ پر لکھ دیجیے۔ بچے سے یہی نقشہ پھر بنانے کو کہیے اور اس بار اسی سے کہیے کہ وہ اس چیز کو دکھانے کی جگہ پر اس کا نام نقشے میں لکھیں۔

7

وہاں پہنچنا

بچوں سے کہیے کہ وہ اپنے بڑوں سے آس پاس کے گاؤں اور شہروں کے نام پوچھ کر آئیں۔ ان ناموں کی فہرست تختہ سیاہ پر بنائیے اور بچوں سے کہیے کہ یہ نام اتار لیں۔

اب ناموں کو سمت کے مطابق رکھ کر ایک آسان نقشہ بنائیے۔ نام بچوں میں بانٹ کر بچوں کو نقشے کے مطابق بیٹھائیے۔ سمت اور دوری پر مبنی ایک مختصر مکالمہ تیار کیجیے۔

مثال:

'تم کہاں جا رہے ہو؟'

'میں جھانسی جا رہا ہوں۔'

'جھانسی کہاں ہے؟'

'شمال میں۔'

'کتنی دور....'

دوری اور سمت سے متعلق الفاظ لکھنا سکھائیے۔

8

تصویروں کے بارے میں لکھنا

'بات کرنا' باب میں دی گئی آٹھویں سرگرمی دیکھیے اور اسے کچھ بڑے بچوں کے ساتھ ترتیب دیجیے۔ سوالوں کے جواب بتانے کی جگہ لکھنے کو کہیے۔

اشتہارات، رسائل وغیرہ کے ساتھ ساتھ بچوں کے ذریعے خود بنائی گئی تصویریں استعمال کیجیے۔ پہلے پوچھیے کہ تصویر میں کیا دکھایا گیا ہے، پھر اور پیچیدہ سوالوں کی طرف جائیے۔

9

آوازوں کی فہرست

پہلی بار اس سرگرمی کو ترتیب دیتے وقت چار پانچ بڑے بچوں کو شامل کر لیجیے، جو پہلے سے لکھنا جانتے ہوں۔ یہ بچے لکھنے کا کام کریں گے۔

بچوں کو پانچ یا چھ کے گروہ میں بانٹ دیجیے۔ ہر گروہ کو اپنے ساتھیوں کے ذریعے پہچانی گئی ساری آوازوں کی فہرست بنانی ہے۔ ہر گروہ تھوڑا چل پھر سکتا ہے اور باری باری سے کچھ منٹ کے لیے دروازے پر کھڑے ہو کر یا اسکول کے پیچھے جا کر وہاں ہونے والی آوازوں کو سن سکتا ہے۔ جیسے ہی کوئی فرد ایک نئی آواز پہچانے، وہ لکھنے والے سے اسے درج کرنے کو کہے۔ آوازیں کچھ بھی ہو سکتی ہیں، جیسے دروازے کی چرچراہٹ، پتیوں کے ہلنے کی آواز وغیرہ۔

سارے گروہوں کے واپس آنے پر ہر گروہ کا لکھنے والا اپنی فہرست پڑھ کر سنائے گا۔ جس فرد نے جو آوازیں فہرست میں شامل کرائی ہوں، انھیں وہ فہرست میں شناخت کرے اور الگ کاغذ پر اتارے۔

10

نظم بنانا

پانچ پانچ بچوں کا گروہ بنائیے۔ ہر گروہ کو ایک نظم کی چار لائنیں دے دیجیے اور کہیے کہ گروہ کے افراد چار لائنیں اور جوڑیں۔

ہر گروہ سوچنے اور بات چیت کرنے کے لیے پندرہ بیس منٹ کے لیے کچھ دور جا سکتا ہے۔

5

نصابی کتابیں، جگہیں اور امتحان

یہ آخری باب ایک ابتدائی اسکول میں زندگی کی حقیقتوں کے بارے میں ہے اور جو سوال یہاں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ: 'کیا اس کتاب میں دیے گئے مشوروں پر، ایک معمولی ابتدائی اسکول کی عام ضروریات کو پورا کرتے ہوئے، عمل کیا جا سکتا ہے؟'

اس کتاب کو پڑھنے والے کئی استادوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہونا یقینی ہے اور یہ سوال ان لوگوں کے لیے بھی اہم ہے، جو اس کتاب کو اساتذہ کی تربیت کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اسکولی زندگی کی حقیقتوں سے ایک استاد سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے۔ تو اگر یہ کتاب ایک استاد کو اس بات کا یقین نہ دلا سکے کہ یہ اسکول کی حقیقتوں کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے تو یہ بالکل بے کار ثابت ہوگی۔

ابتدائی کتابیں اور مجوزہ درسی کتابیں

ہمارے ملک میں ہر استاد سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ نصابی کتاب کا احاطہ کر لے۔ یعنی، اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ نصابی کتاب میں شامل ہر سبق کو ایک ایک کر کے مکمل کر دے، نصابی کتاب میں دی گئی مشق کروائے، ہر سبق سے متعلق گھر پر کرنے کے لیے کام دے، اور اسے یہ یقین ہو کہ بچوں نے ہر سبق کے موضوع پر

مہارت حاصل کرلی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک زبان کی تعلیم کا سوال ہے
ان توقعات کا نتیجہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مجوزہ نصابی کتابوں میں دیے گئے سبق کا
ایک دانشورانہ گھول تیار کرنا، اور بچوں کو آمادہ کرنا کہ وہ روزانہ اس گھول میں سے تھوڑا
تھوڑا کھائیں، ایک پُر لطف اور دلچسپ تجربہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن پھر بھی، ایک استاد کی
حیثیت سے، ہم یہی کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ دنیا کی کوئی بھی نصابی کتاب
ایسے تمام مواد فراہم نہیں کرسکتی جو اسکول میں بچوں کی زندگی کو پر لطف اور قیمتی بنانے
کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب سے اچھی نصابی کتاب میں بھی اچھے
مواد کا ایک نمونہ ہی مل سکتا ہے۔ باقی چیزیں استاد کے ذاتی وسائل اور محنت سے آنی
چاہئیں۔ اگر ہم اس نظریے کو قبول کرلیں، تو یہ تسلیم کرسکتے ہیں کہ اس کتاب میں دیے
گئے مشورے ایک مجوزہ نصابی کتاب کی ضروریات سے کتنے ہم آہنگ ہیں۔ اب ہمیں
دوبارہ یہ یاد کرنا چاہیے کہ وہ اہم نکتہ کیا تھا جسے یہ کتاب پیش کرنا چاہتی تھی۔ وہ ہے: 'ہم
ایک زبان کی ایک کلاس میں کیا پڑھاتے ہیں؟'

یہ کتاب اس سوال کا جواب یہ کہہ کر دیتی ہے کہ زبان کی تعلیم بچوں کے
ذہنوں کی نشوونما سے وابستہ وسیع تجربات کا احاطہ کرتی ہے۔ زبان کی کلاس ہمیں بچوں
کے ساتھ ایک انتہائی لچیلے، تخلیقی اور پُر لطف ماحول میں کام کرنے کا موقع فراہم کرتی
ہے۔ اس ماحول کے بارے میں خاص بات یہ ہے کہ بچے اسکول میں داخل ہوتے وقت
پہلے ہی اس ماحول سے مانوس ہوچکے ہوتے ہیں۔ وہ اسے متعدد حالتوں میں، اور مختلف
صورت حال کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ زبان کا استاد
انھیں کوئی بالکل نئی چیز نہیں بتاتا، وہ تو صرف اتنا کرسکتا ہے کہ انھیں اس وسیلے پر،
جنھیں وہ پہلے ہی سے استعمال کررہے ہیں، مہارت حاصل کرنے میں ان کی مدد کرے۔
اس کے لیے استاد ایک ایسا ماحول تیار کرسکتا ہے، جس میں بچے نئی مہارتوں، جیسے پڑھنا
اور لکھنا، کو فروغ دے سکیں اور اس کا استعمال اپنی سیکھنے اور ردِ عمل کی صلاحیتوں میں نکھار

پیدا کرنے کے لیے کریں۔

اس ایجنڈا میں کوئی بھی کتاب صرف ایک وسیلے کا کام کرسکتی ہے اور نصابی
کتابیں اس سے مختلف نہیں ہیں۔ اگر نصابی کتاب بہت اچھی ہے تو ہوسکتا ہے اس کا
استعمال دوسری کتابوں کے مقابلے میں زیادہ ہو۔ اس میں دی گئی مشقوں کو، بشرطیکہ وہ
اس کتاب میں زیر بحث مقاصد کے مطابق تیار کی گئی ہوں، کلاس روم میں ہونے والی
گفتگو اور لکھنے کی بنیاد کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن، استاد کے ذہن میں یہ بات
واضح ہونی چاہیے کہ اس کا خاص مقصد بچوں میں زبان کے استعمال کی استعداد کو فروغ
دینا ہے، نہ کہ نصابی کتاب کے اسباق کو ایک ایک کرکے ختم کرنا۔ اگر نصابی کتاب کلاس
روم کی زندگی پر حاوی ہورہی ہے (یعنی، اگر استاد دوسرے وسائل اور مواد کا استعمال کرنا
بند کردیتا ہے)، تو یہ فکرمندی کی بات ہے۔

ساتھ ہی، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کتاب میں تجویز کی گئی سرگرمیاں
اور طرزِ عمل کسی بھی طرح سے ایک نصابی کتاب یا ابتدائی کتاب کے لیے سازگار نہیں
ہیں۔ کوئی بھی استاد درسی کتاب میں دی گئی سرگرمیوں کو یہاں پر تجویز کی گئی سرگرمیوں
سے جوڑ سکتا ہے۔ دراصل، اگر بچوں کو وسیع تخلیقی سرگرمیوں میں زبان کو استعمال کرنے
اور سیکھنے کے مواقع مل رہے ہیں تو ایک استاد یہ توقع کرسکتا ہے کہ نصابی کتاب ان کے
لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔ ایسے بچے، ان بچوں کے مقابلے میں جن کی پوری لسانی
تربیت کلاس روم میں درسی کتاب پر منحصر ہوتی ہے، مجوزہ درسی کتاب پر زیادہ تیزی کے
ساتھ مہارت حاصل کرسکتے ہیں۔

اس کتاب میں تجویز کی گئی متعدد سرگرمیوں کے لیے، نصابی کتاب کو براہ راست
طور پر چھپے ہوئے مواد، تصویروں اور گفتگو کے لیے موضوعات حاصل کرنے کے ایک
وسیلے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بہتر ہوگا اگر درسی کتاب کا استعمال دوسرے
وسائل کے ساتھ ملا کر کیا جائے، ورنہ یہ بہت زیادہ مانوس ہوجائے گی اور اس طرح
ہوسکتا ہے کہ اسی پر مبنی سرگرمیوں میں اس طرح کا جوش نہ رہے، جو کسی نئی چیز کے

استعمال میں ہوتا ہے۔ ہر استاد کو نصابی کتاب پر مبنی سرگرمیوں کے ایک مناسب حصے کو ایک وسیع پروگرام میں متعدد وسائل کا استعمال کرتے ہوئے کرنے کا تہیہ کرنا ہوگا۔ ایک ضروری چیز اس بات کا اعتماد محسوس کرنا ہے کہ اسکول کی ضرورت کے مطابق نصابی کتاب کا احاطہ کرلیا جائے گا اور اس کے لیے استاد کو اس کا گھول بنا کر روزانہ بچوں کو جبراً کھلانا نہیں پڑے گا۔

جگہ کا استعمال

ایک سنجیدہ مسئلہ جس کا سامنا ہندستان کے تقریباً سبھی ابتدائی اسکولوں کو کرنا ہوتا ہے وہ ہے جگہ کا مسئلہ۔ اس مسئلے کے دو پہلو ہیں، جس میں ایک تو بہت جانا پہچانا ہے، لیکن دوسرے پہلو پر بہت کم بات ہوتی ہے۔ پہلا پہلو ایک کلاس یا اسکول میں بچوں کی تعداد سے متعلق ہے، اور دوسرا پہلو جگہ کے استعمال سے متعلق ہے۔

اس بات کو کہنے کے حق میں کافی ثبوت ہیں کہ اگر ایک اسکول میں درج تمام بچے روزانہ اسکول آئیں تو ہمیں تِل دھرنے کی جگہ بھی نظر نہیں آئے گی۔ دراصل ایک استاد کے لیے کلاس میں 50 سے زیادہ بچوں کو سنبھالتے ہوئے اس کتاب میں دیے گئے طریق کار اور سرگرمیوں کے ساتھ انصاف کرنا بہت مشکل ہے۔ اس طرح وہ استاد جو اپنے اسکول میں اکیلے ہیں، اس کتاب کے خیالات کو عمل میں لانے میں کافی پریشانی محسوس کریں گے۔ اگر وہ ہفتے میں ایک یا دو دن تھوڑی سی سرگرمیاں بھی کرسکیں تو یہ کافی اطمینان بخش بات ہوگی۔

جگہ کے مسئلے کا دوسرا پہلو تمام استادوں سے متعلق ہے، وہ خوش قسمت استاد جن کی کلاس میں صرف 30 یا 40 بچے ہیں اور وہ بھی جو بہت پُر ہجوم صورت حال میں کام کرتے ہیں۔ چیلنج اس بات کا ہے کہ اسکول میں مہیا جگہ کو کس طرح استعمال میں لائیں کہ وہ بچوں کی زبان کے فروغ کے مطابق ماحول پیدا کرسکے۔ شاید ہی کوئی اسے تسلیم نہیں کرے گا کہ ہمارے ابتدائی اسکولوں میں ایسا ماحول نہیں ہے۔ دیواریں خالی

پڑی رہتی ہیں، اور اکثر بہت گندی حالت میں ہوتی ہیں، ان میں کوئی الماری یا خانے نہیں ہوتے، ہوتے بھی ہیں تو ان کا استعمال کسی خاص مقصد کے لیے نہیں کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ ہم ایسے اسکولوں کی بات نہیں کررہے ہیں جہاں دیواریں ہی نہیں ہیں، یا ہیں بھی تو گرنے کی حالت میں۔

جن اسکولوں کی دیواریں مضبوط اور ٹکاؤ ہیں، ان میں دیواروں کا استعمال اس کتاب کے مطابق کئی مقاصد کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے تصویروں سمیت مختلف ذرائع میں ذاتی اظہار کے مواقع پر بہت زور دیا ہے۔ بچوں کی بنائی یا استاد کے ذریعے جمع کی گئی تصویروں کا مجموعہ بنانے کے لیے دیواریں ایک عمدہ ذریعہ ہیں۔ دونوں ہی قسم کی تصویریں بات چیت اور لکھنے کی سرگرمیوں کے لیے کارآمد ہیں اور تصویروں کو دیوار پر بہت اونچائی پر نہیں لگانا چاہیے۔ اور بچوں کو دھیرے دھیرے اس بات کی تربیت دی جانی چاہیے کہ وہ تصویروں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔ اگر آپ ایک استاد کی حیثیت سے، ایک ننگی دیوار والی کلاس روم کو (جس پر بچے لکھنا شروع کرنے سے پہلے روشنائی چھڑکتے ہیں)، تصویریں لگی دیوار والے کلاس روم میں تبدیل کررہے ہیں تو ایک دن یا ایک ہفتے یا ایک مہینے میں بھی کامیابی کی توقع نہ کیجیے۔ ان بچوں کے لیے جو ننگی یا گندی دیواروں کے عادی ہوچکے ہیں، اچھی تصویروں کا عادی ہونے میں وقت لگے گا۔ لیکن ایسا ہوگا ضرور۔

اکثر اسکولوں میں دیواریں اخلاقی نعرے چپکانے یا لٹکانے کے کام میں لائی جاتی ہیں۔ ان نعروں سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا، نہ اخلاقی اور نہ لسانی، لیکن ایک روایت ہے جو چلی آرہی ہے۔ وہ استاد جو اس کتاب کو پڑھیں گے اور یہاں پر دی گئی لائنوں کو تجربہ کریں گے وہ جلد ہی پائیں گے کہ نعرے زبان کے بہت ہی محدود اور غیر متغیر استعمال پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چونکہ کوئی بھی ایک نعرے میں دیے گئے تصورات کے مطابق زندگی نہیں گذارتا، بچے یہ سوچنا شروع کردیتے ہیں کہ نعرے زبان کا بے معنی استعمال ہیں۔ اگر ایک کلاس روم میں چاروں طرف اخلاقی نعرے چسپاں ہوں گے، تو

ہم تصور کر سکتے ہیں کہ زبان کو معنی کے ساتھ جوڑنا کیوں دشوار ہوگا اور کیا یہ ہمارا مقصد نہیں ہے؟

اخلاقی نعروں کی جگہ آپ نظموں کے پوسٹر لگا سکتے ہیں، جس میں بڑے حروف میں کوئی نظم لکھی ہو، اور ساتھ ہی کوئی تصویر بھی لگی ہو۔ بڑے بچے نظمیں لکھنے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں اور چھوٹے بچے تصویر بنا سکتے ہیں۔ پوسٹر کے لیے نظموں کا انتخاب کرتے ہوئے خیال رکھیں کہ وہ دلچسپ اور پرلطف ہوں، نہ کہ اخلاقی اور فلسفیانہ۔ سب سے اچھی ان نظموں کا انتخاب کرنا ہوگا جس سے بچے خوش ہوں اور دیوار پر لگانا پسند کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ ایسے پوسٹر بناتے رہیں تا کہ انھیں جلدی جلدی تبدیل کر سکیں۔

اور امتحانات

آخری بات یہ کہ، جو استاد اس کتاب کا استعمال کرنا چاہتے ہیں انھیں نظام امتحانات کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ یہ مطالبات بہت پہلے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ نجی اسکولوں میں، یہاں تک کہ نرسری اور ابتدائی سطح میں داخلہ جانچ کے نتیجوں پر منحصر ہوتا ہے۔ بعد میں، ہر سال بچے کو سالانہ امتحانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ملک کے ان علاقوں کو چھوڑ کر جہاں پر کہ ابتدائی سطحوں میں ترقی یقینی ہوتی ہے۔ ہر صورت میں، پانچویں سطح کے امتحان ملک کے اکثر حصوں میں بہت اہمیت رکھتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی بہت سارے امتحانات ہوتے ہیں، جو بچوں کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور والدین کے لیے الجھن کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ الجھن ہماری ثقافت کا ویسا ہی حصہ ہے جیسا کہ دیوالی کے تہوار کی خوشی۔ ایک ہندستانی بچے کا ایسا تصور ممکن ہی نہیں ہے جو امتحانات کے لیے فکرمند نہ ہو۔

ابتدائی اسکولوں کے اساتذہ نظام امتحان کے ان اثرات سے بچوں کی مشکل سے ہی حفاظت کر سکتے ہیں۔ لیکن اساتذہ بچوں کو جانچنے کے روایتی طریقِ کار میں

بہتری لانے کی کوشش ضرور کر سکتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے اساتذہ جانچ کے روایتی طریقِ کار میں وسعت بھی لا سکتے ہیں۔ ہم یہاں پر سالانہ امتحان اور اسکولوں، خاص طور سے انگریزی ذریعۂ تعلیم والے اسکولوں میں سال بھر ہونے والی مختلف جانچوں کے نظام کی بات کر رہے ہیں۔ زبان کے سیاق میں دیکھیں، تو ایک امتحان میں پوچھے جانے والے سوالات لازمی طور پر مجوزہ نصابی کتاب پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، اور اسے ایک علمی کتاب کی طرح دیکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس یا سماجی مطالعے کی نصابی کتاب کے برعکس زبان کی نصابی کتاب لازمی طور پر پڑھائی کا ایک نمونہ ہوتی ہے، جس کا ممکنہ مقصد ہوتا ہے بچوں کو ماہر، خودمختار پڑھنے والا بنانا اور انھیں اس قابل بنانا کہ وہ غیر مانوس متن کا مفہوم اخذ کر سکیں اور اس سے لطف اندوز ہوں۔ اس طرح، بچوں کی پڑھنے کی استعداد کی سطح کی جانچ اس پیمانے پر کی جانی چاہیے کہ انھوں نے خودمختار پڑھائی میں کتنی دلچسپی کو فروغ دیا ہے اور نئے اور غیر مانوس متن کا تجزیہ کرنے اور وضاحت کرنے کی کتنی اہلیت ان کے اندر پیدا ہوئی ہے۔ جانچ کے موجودہ طریقِ کار جن کی توجہ مجوزہ نصابی کتاب پر ہوتی ہے، ان ضرورتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

امتحان کے موجودہ طریقِ کار میں بچوں کی سننے کی اہلیتوں، اور ساتھ ہی بولنے والی زبان کے استعمال میں ان کی مہارتوں، جیسے کسی تجربے کو بیان کرنا یا کسی خیال کا اظہار کرنے کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ایک وقت تھا، جب ایک بنیادی زبانی امتحان ابتدائی اسکولوں کے نصاب کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ اس عمل کے دوبارہ احیاء کی اور اس کو وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ان میدانوں میں بچوں کی پیش رفت کا بغور مشاہدہ کرنے اور ان کا ریکارڈ رکھنے کے لیے اساتذہ کو بھی تربیت یافتہ ہونا چاہیے۔ ان دنوں بچوں کی پیش رفت کا ریکارڈ رکھنے کے لیے مختلف قسم کی چیک لسٹ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اکثر ان چیک لسٹ کا استعمال سرسری طور پر والدین اور حکام کو خوش رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ جب ایک استاد کو پچاس یا اس سے زیادہ بچوں، اور کبھی کبھی ایک کلاس سے بھی زیادہ بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے، تو جانچ کے لیے ریکارڈ رکھنا ایک

دشوار چیلنج بن جاتا ہے۔ اس طرح کی صورت حال میں ہمیں ریکارڈ رکھنے کے کم بوجھل طریقوں کی ضرورت ہے، جس میں اچھی طرح ترتیب دیے گئے اور امتحان کے بہتر طریق کار کا اضافہ کیا جا سکے۔

آخری بات لکھنے کی مہارتوں کے سیاق میں ہے۔ روایتی طریق کار میں بچوں کی جانچ بہت تنگ نظری سے کی جاتی ہے، جس کی ساری توجہ ایسا جواب لکھنے کی اہلیت پر ہوتی ہے جو نصابی کتاب کے حوالے سے درست ہو۔ مختلف قسم کے سامعین اور صورت حال کے لیے لکھی جانے والی تحریر، موثر تحریر، بیانیہ، چھان بین اور دوسری قسم کی تحریروں کے لیے اسکول کی جانچ اسکیم میں بہت کم جگہ ہوتی ہے۔ اس سے ان مقاصد کے تئیں عداوت کا اظہار ہوتا ہے، جن مقاصد کے حصول کی توقع ان طریقوں سے کی جاتی ہے۔ اگر ان طریقوں کو ہماری جانچ اسکیموں میں ایک باعزت مقام حاصل ہو جائے تو ہم ایک متعین وقت میں بچے کی صلاحیت کی جانچ کرنے میں اپنے آپ کو محدود نہیں کر پائیں گے۔ ایک بار پھر، ہمیں ریکارڈ رکھنے کے ایسے طریقوں کی ضرورت ہے، جس میں استاد کے مجموعی کاموں کی تفصیلات شامل ہوں۔

Printed at : Star Print -O- Bind, New Delhi-110 020